تَعَلَّمُوا الْفَرَآئِضَ فَأَنَّهَا مِنْ دِيْنِكُمْ (البیھقی)

اسلام کا

قانونِ وراثت

جس میں سراجی کی ترتیب وتبویب کو ملحوظ رکھ کر علم میراث کو عصر حاضر کی جدید ریاضی کی مدد سے نہایت سلیس انداز میں حل کیا گیا ہے۔

مولانا شوکت علی قاسمی

نام کتاب : اسلام کا قانونِ وراثت

تالیف : مولانا شوکت علی قاسمی

کمپوزنگ : ذیشان علی

(اسلامک کمپوزنگ سنٹر صوابی)

0332-9431106

صفحات : 170

طبع اول : صفر ۱۴۳۱ھ / جنوری 2010ء

ناشر : ادارہ فرقان، صوابی (0332-9431106)

idarafurqanswabi@yahoo.com

(انتساب)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ

ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

آئینہ کتاب

عنوان	صفحہ نمبر

مقدمہ

باب اوّل

(ترکہ کیساتھ حقوق متعلقہ اور چند اصول واصطلاحات)

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

﴿باب چہارم﴾

ذوی الارحام

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للہ الذی خلق کل شیءٍ بقدر ویبسط الرّزق لمن یّشآء ویقدر قال فی کتابہ الکریم واللّٰہ فضّل بعضکم علی بعضٍ فی الرّزق۔ فما الّذین فضّلوا برآدّی رزقھم علی ما ملکت ایمانھم فھم فیہ سوآءٌ۔ افبنعمۃ اللّٰہ یجحدون والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الذی قال علموا الفرائض فانھا نصف العلم اما بعد !

دنیا میں جتنی بھی کتابیں ہیں اور جتنے بھی علوم پڑھائے جاتے ہیں ان سب میں افضل اور بلند ترین درجہ رکھنے والی کتاب قُرآن مجید ہے۔ اور سب سے زیادہ اہم فضیلت رکھنے والا علم "علم قُرآنی" ہے۔ رسول مہربان ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ (بخاری، عن عثمانؓ)

ترجمہ: تم میں سے سب سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کی تعلیم حاصل کریں اور دوسروں کو سکھائے۔

اس سے ایک اہم اصول یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ قرآن کے علاوہ باقی جتنے بھی علوم ہیں، ان میں بھی افضلیت کا دارومدار "علوم قرآن" قرار دیا جائے۔ لہٰذا جس کتاب

اور جس علم میں علوم قرآن کا براہ راست حصہ زیادہ ہوگا، وہ علم بنسبت دیگر علوم کے افضل کہلائے گا۔ مثلاً علم الحدیث کو اگر دیکھا جائے تو افضلیت کا مقام اسے بھی اسلئے حاصل ہے کہ یہ قرآن کی تشریح اور تفسیر ہے۔ چنانچہ قرآن میں آتا ہے۔

وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم ولعلهم یتفکرون (النحل:٤٤)

ترجمہ: ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) اس لئے اتار دیا تا کہ آپ لوگوں کو اس کی وضاحت فرمائیں۔

علاوہ ازیں احادیث مبارکہ ''وحی غیر متلو'' ہونے کے ناطے اتحاد منبع کی وجہ سے قرآن پاک کے ساتھ ایک بہت بڑی نسبت رکھتی ہے۔ جس طرح قرآن پاک من جانب اللہ ہے تو اسی طرح احادیث رسول ﷺ بھی من جانب اللہ ہیں ارشاد ربانی ہے:

وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحیٰ (النجم:٣،٤)

ترجمہ: اور آپ ﷺ وحی کے علاوہ اور کچھ نہیں کہتے۔

اب تو بہت زیادہ واضح ہو گیا کہ جن علوم کا منبع و ماخذ براہ راست قرآن مبارک ہو وہ بلا شبہ دیگر علوم سے برتر اور افضل ہیں۔

اس حوالے سے علم المیراث کو لیجئے کہ اس کا درجہ کیا بنتا ہے۔ بظاہر تو یہ علم فقہ نظر آتا ہے مگر جب ہم فقہ کی تعریف (۱) کو مدنظر رکھ کر علم المیراث کو دیکھتے ہیں تو اسکے اندر ماسواء نانی، دادی کے (۲) اور کوئی حصہ ایسا نظر نہیں آ رہا ہے جو قرآن سے براہ راست نہ لیا گیا

---

(۱) الفقه هو علم با حکا م الفر عیة العملیة مع استنبا لمها عن ادلتها التفصیلیة ۔

ترجمہ: دلائل تفصیلہ (قرآن، حدیث اجماع اور قیاس) سے استنباط کے نتیجے میں احکام فرعیہ عملیہ کا نام فقہ ہے۔

(۲) ان کا حصہ مغیرۃ بن شعبہؓ کی روایت سے ثابت ہے، نیز ان دونوں کو حضرت ابو بکرؓ نے سدس میں شریک کر دیں۔

ہو۔جدات کا حصہ اگر چہ اجماع صحابہ سے ثابت ہے مگر اس کی بھی بنیاد حدیث اور امہا تکم آیت قرآنی ہے لہٰذا علم المیراث سارا قرآن سے براہ راست ماخوذ ہے، نمونے کے طور پر مختصراً ملاحظہ ہو۔سورۃ النساء میں میراث کی تقسیم یوں بیان فرمائی گئی ہے:

والدہ کا حصہ : (1/3، 1/6, 1/3 مابقی من احدالزوجین)

1/6 (میت صاحب اولاد) سدس (1\6) ہے۔

ولابویه لکلّ واحدٍ مّنهما السّدس ممّا ترك ان کان لهٗ ولد

یا (میت بلا اولاد) مگر اس کے بھائی ابھی زندہ ہیں: ارشاد ہے:

فان کان لهٗ اخوةٌ فلامّه السّدس

1/3 (میت بلا اولاد) مگر وارث صرف والدین ہوں تو ثلث 1/3 ہے۔

فان لّم یکن لّهٗ ولدٌ وّورثهٗ ابواه فلامّه الثّلث

والد کا حصہ (میت صاحب اولاد ہو) سدس (1\6) ہے۔

ولابویه لکلّ واحدٍ مّنهما السّدس ممّا ترك ان کان لهٗ ولد

بیٹی کا حصہ 1/2 آدھا جبکہ وہ ایک ہو: وان کانت واحدةً فلها النّصف

2/3 (۲ تھائی) جبکہ دو یا زیادہ ہوں۔

فان کنّ نسآءً فوق اثنتین فلهنّ ثلثا ما ترك۔

بیٹوں اور بیٹیوں کا حصہ : 1:2 (بیٹے کا حصہ بیٹی سے دوگنا، جبکہ دونوں موجود ہوں)

یوصیکم اللّٰه فیٓ اولادکم للذّکر مثل حظّ الانثیین

زوج کا حصہ 1/2 اگر فوت شدہ بیوی کے بچے نہیں ہیں۔

ولکم نصف ما ترك ازواجکم ان لّم یکن لّھنّ ولدٌ

1/4 اگر کسی بھی شوہر سے میت (زوجہ) کے بچے ہیں۔

فان کان لھنّ ولدٌ فلکم الرّبع ممّا ترکن

زوجہ کا حصہ 1/4 اگر شوہر کے بچے نہیں ہیں۔

ولھنّ الرّبع ممّا ترکتم ان لّم یکن لّکم ولدٌ۔

1/8 اگر شوہر کے بچے ہوں۔

فان کان لکم ولدٌ فلھنّ الثّمن ممّا ترکتم

غرض اس مختصر تذکرے کا یہ ہے کہ علم المیراث قرآن پاک سے بغیر اجتہادِ مجتہد کے براہ راست مستنبط ہے۔ بلکہ واحد میراث ہی ایک ایسا علم ہے جس میں قیاس اور اجتہاد مجتہد جائز ہی نہیں۔ جب معلوم ہوا کہ علم المیراث قرآن پاک سے براہ راست ماخوذ ہے تو اس کا افضل ہونا دیگر علوم فقہیہ سے بالکل واضح ہو گیا، علاوہ ازیں رسول مہربان ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ تعلموا الفرائض فانھا من دینکم (۱) ترجمہ: علم میراث کو سیکھا کریں کہ یہ تمھارے دین کا حصہ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: تعلموا الفرائض وعلموہ الناس فانہ نصف العلم و ھو ینسی وھو اول شیءٍ ینزع من امتی (۲) ترجمہ: علم میراث خود سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں، بے شک یہ نصف علم ہے۔ اور یہ بھول جاتا ہے، اور میری امت سے سب سے پہلی اسی کو اٹھا دیا جائے گا۔

---

(۱) عن عمر، البیہقی ٦:٣٤٤

(۲) عن ابی ھریرةؓ، رواہ البیہقی، ٦: ٣٤٤)

آدھے علم ہونے کے بارے میں علماء کرام نے مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں کسی نے کہا ہے کہ انسان کے دو حالت ہوتے ہیں ایک حالت حیات یعنی قبل الموت دوسری بعد الممات۔موت سے پہلے والی زندگی کے ساتھ باقی سارا فقہ متعلق ہے جب کہ مرنے کے بعد والے دنیاوی معاملات کے ساتھ علم المیراث اکیلے متعلق ہے یعنی موت کے بعد میت کا ترکہ چاہے کچھ بھی ہو ورثاء پر تقسیم ہو جاتا ہے۔

دفع اشکال:

ہاں علم المیراث کا کچھ حصہ ریاضیاتی اصول وقواعد پر بھی مشتمل ہے۔مگر یہ بات پریشان کن نہیں ہے(کہ یہ تو شریعت کے کسی ماخذ سے ماخوذ نہیں ہے) کیونکہ اس حصے کا تعلق درحقیقت ''علم المیراث'' کیساتھ نہیں ہے بلکہ اس کا حقیقی تعلق تقسیم میراث کے ''طریقہ کار'' کے ساتھ ہے۔اور ظاہر ہے کہ مقصود تقسیمِ میراث ہے تاکہ ہر مستحق وارث کو اس کا شرعی حصہ پورا پورا مل جائے ،نہ کہ ''تقسیم کا طریقہ کار''۔

اب اگر کوئی شخص مطلوبہ حصے زبانی طور پر حقدار ورثاء کے درمیان اسی مقدار کے مطابق تقسیم کرے جس طرح اسی وارث کا حصہ قرآن میں منصوص ہے۔تو اس تقسیم کو قرآن کے مطابق کہا جائیگا۔اب یہاں پر کوئی ریاضیاتی طریقہ بروئے کار نہیں لایا گیا۔ موٹی بات یہ ہے کہ جب ورثاء کی تعداد کم ہو یا ایک ہی نوع کے ورثاء ہوں،تو کسی قسم کے حسابی فارمولوں کی ضرورت پڑتی نہیں۔لیکن جب ورثاء زیادہ ہوں یا پھر مزید ورثاء کے ورثاء بن کر آرہے ہوں (یعنی مسئلہ کا تعلق باب مناسخہ سے ہو) تو اب یہاں پر اگر ریاضیاتی اصولوں کی ضرورت پڑتی ہے تو اس کا سبب ورثاء کی پیچیدہ صورتیں ہیں نہ کہ

مسائلِ میراث ۔خلاصہ کلام یہ کہ علم المیراث سارے کا سارا براہ راست قرآن سے ماخوذ ہے لھٰذا اس کا افضل العلوم ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

علم میراث کی کتب:

علم المیراث پر جو جامع و مانع کتاب مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اس کا نام ''سراجی'' ہے۔جو کہ شیخ ابو طاہر سراج الدین محمد ابن عبد الرشید سجاوندیؒ (متوفی ۶۰۰ یا ۷۰۰ھ) کی تالیف ہے۔سراجی درس نظامی میں با قاعدہ طور پر مدارسِ اسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہے۔وقتاً فوقتاً علماء نے اسکی مختلف شروحات لکھیں جن میں شریفیہ نہایت مفصل اور مدلّل شرح ہے جو کہ عالم ربانی السید الشریف علی جرجانیؒ کی تصنیف ہے(۱) سراجی میں تصحیح مسئلہ میں طریقہ کار یہ اختیار کیا گیا ہے کہ جب کسی حصہ میں کسر آ جائے (۲) تو اس کو ختم کرنے کے لئے کبھی کبھی بہت سارے ریاضیم احل سے گزرنا پڑتا ہے جو کہ بعض اوقات مسئلہ نہایت پیچیدہ صورت اختیار کرتا ہوا ایک طالب علم کے لئے اس کا ذہن نشین کرنا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔اور یہی طریقہ کار شریفیہ میں اختیار کرتے ہوئے

---

(۱) اس کے علاوہ عربی میں تسهيل الفرائض للشيخ محمد بن صالح عثيمين، كتاب التلخيص في علم الميراث للشيخ عبد الله بن ابراهيم الخيرى الفرضى،اعلام النبلاء باحكام ميراث النساء للشيخ ابى النصر محمد بن عبد الله ،اين حق هؤلاء النساء من الارث؟ للشيخ ابى اسعد وغیرہ کتب اس موضوع پر موجود ہیں۔ان کی پوری تفصیل مراجع ومصادر میں ملاحظہ ہو۔

(۲) یعنی حصص وارثان پر پورے نہ اترتے ہوں مثلاً حصے ۴ ہیں اور ورثاء ۳ یا ۵ ہیں اس برعکس کسر سے خالی صورت یہ ہے کہ حصص ۴ ہو اور ورثاء ۲ یا ۴ ہوں اس صورت میں ہر وارث کو دو، دو یا ایک ایک حصہ مل جاتا ہے۔

مسائل حل کیے گئے ہیں۔

علاوہ ازیں اردو میں بھی اس موضوع پر ضرورت کے پیش نظر علماء نے مختلف تصنیفات تحریر فرمائی ہیں۔ان مصنفین نے اردو کی کتابیں جس انداز میں لکھی ہیں ان میں زیادہ تر تعداد ان کتابوں کی ہے جن میں سراجی کی عبارت اور اسی کے طریقہ حساب کے مطابق مسائل حل کردئے گئے ہیں ۔یعنی ہر مصنف نے اپنے ذوق کے مطابق سراجی کو حل کرنے کی حتی المقدور سعی کی ہے۔کسی نے عربی عبارت نقل کرکے اس کے بعد عبارت کا ترجمہ پھر اسکی تشریح کرکے عبارت کو آسان انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے(۱)۔ اور کسی نے محض ترجمہ کرکے مسائل حل کئے ہوئے ہیں۔بعض حضرات نے سراجی کی ترتیب کو بالائے طاق رکھ کر بحثیت قانون میراث پر کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔(۲)

کتاب ھٰذا کی وجہ تالیف:

مگر ان ساری تبدیلیوں اور اختلاف ذوق کے باوجود ایک چیز ایسی مسلسل چلی آرہی ہے جو ان سب میں مشترک ہے۔وہ ہے ریاضی کے پرانے اصول وقواعد۔ جو ابھی تک تمام کتب علم المیراث میں سکھائے جارہے ہیں اور قدیم ہونے کی وجہ سے اس کا مشکل ترین ہونا ظاہر ہے،جس کا معمولی سا تذکرہ سراجی کے تعارف کے ذیل میں

---

(۱) مثلاً طرازی شرح سراجی ،مؤلف مولانا مفتی سعید پالنپوری استاذ الحدیث دیوبند، درس سراجی تالیف مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلی، استاذ دارالعلوم دیوبند،

(۲) مثلاً حضرت مولانا قاضی زاہدالحسینیؒ کی کتاب ''آئین وراثت'' اور کتاب الفرائض، جوکہ مولانا گل رحیم صوابی کی تالیف ہے۔

ہو چکا ہے جیسا کہ ابتدائی صفحات میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ یہ محض تقسیم وراثت کا طریقہ کار ہے۔ جس کے تبدیل ہونے سے کوئی شرعی قباحت لازم نہیں آتی۔ چنانچہ ان قواعد کو شرعی حیثیت اس اعتبار سے ہرگز حاصل نہیں کہ ان کو مسائل منصوصہ کی طرح لازم قرار دئے جائیں۔ بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ منصوص شرعی حصے کو مستحق وارث تک اسی مقدار میں پہنچایا جائے جتنا اس کا شرعی حق بنتا ہے۔ لہٰذا اس وقت (ماضی میں) رائج ریاضی کے اصول وضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے علماء امت نے جو تقسیم میراث کے قواعد تحریر کئے ہیں وہ ان بزرگوں کا ایک زبردست کارنامہ تھا، جن کی مدد سے مشکل ترین اور نہایت پیچیدہ مسائل کا حل کو ممکن بنادیا گیا ہے۔ اور آج تک مدارس اور دارالافتاؤں میں انہی کی مدد سے وراثت کے مسائل حل ہوتے رہتے ہیں۔

مگر دور حاضر میں اس قسم کے مسائل کی طرف ذوق ورغبت بنسبت باقی فنون وعلوم کے بہت قلیل ہے، جو لوگ حاصل کرنے کا شوق بھی رکھتے ہیں ان کے لئے وہی پرانی ریاضی کو استعمال کر کے مسئلہ نکالنا آج ایک معمے سے کم نہیں ہے۔ بالآخر نتیجہ یہ ہو جاتا ہے کہ سراجی کے پڑھے ہوئے طلباء میں بھی کم ایسے لوگ سامنے آجاتے ہیں جو کہ عملی طور پر اس خدمت کے تقاضوں پر پورا اتر سکتے ہیں۔ دوسری طرف آج کے دور میں تقسیم وراثت میں کوتاہیاں اور غفلت کسی سے مخفی نہیں۔

چنانچہ احادیث مبارکہ میں اس علم پر نہایت زور دینے کے باوجود مسلمانوں کا اس علم کے ساتھ اتنی بے اعتنائی دیکھ کر یہ ضرورت اشد طریقے سے محسوس ہوتی رہی کہ ''نصف العلم''، یعنی علم الفرائض کو عام مسلمانوں کے لئے آسان انداز میں مرتب کیا

جائے۔اور اس کے لئے کافی غور وفکر کے بعد یہ بات سامنے آگئی کہ بجائے اس کے کہ ایک نئ اور انوکھی ترتیب اختیار کی جائے بہتر یہ ہے کہ ''سراجی'' کو ہی لی جائے جو کہ صدیوں سے ہمارے اسلاف اور اہل علم اکابر بزرگوں کا منظور شدہ اور زیر درس آج تک چلا آرہا ہے تا کہ اس کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوئے طلباء کے لئے اس کا پڑھنا مشکل کا باعث نہ بنے۔

البتہ ایک اور اعتبار سے جسے پچھلے صفحات میں ''تقسیم وراثت کے طریقہ کار'' سے تعبیر کیا گیا ہے، اس میں جدت ضرور ہوگی اور دراصل یہی جدت ہی اس کتاب کا اصل باعث تالیف ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہاں اس کتاب میں اصل حصص کو جن ورثاء کو دئے جاتے ہیں ان میں کسور کو ختم کرنے کے لئے قدیم ریاضی کے پیچیدہ مراحل کی بجائے ایک نہایت مختصر طریقہ اختیار کیا گیا ہے، جسے ''اعشاری طریقہ'' سے تعبیر کیا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔اور اعشاری نظام میں آج کل کلکولیٹر کی مدد سے بڑے سے بڑا مسئلہ سیکنڈوں میں حل ہوجاتا ہے گویا اصل مسئلہ اور صورت یا طریقہ بحث اور فصول وابواب وغیرہ کی ترتیب اس کتاب میں وہی برقرار رکھی جائے گی جو کہ سراجی میں ہے، البتہ طریقہ استخراج حصص عصر حاضر کی ریاضی یعنی ''اعشاری نظام'' سے ہوگا۔

قدیم ریاضی مشکل کیوں؟

قدیم ریاضی ایک تو اس لئے مشکل ہے کہ اس کے اصول وقواعد بذات خود نہایت پیچیدہ اور مشکل ترین ہیں، جو ہر آدمی کے ذہن میں آسانی سے نہیں اتر سکتے۔ دوسری وجہ اس کی یہ بھی ہے کہ آج علوم اسلامیہ کا طالب علم بھی کسی نہ کسی درجے میں عصری علوم

ضرور حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ چونکہ عصری علوم میں مثلاً میٹرک تک اس کے دماغ جدید ریاضی اور کلکولیٹر طریقہ حساب کیساتھ مانوس ہو چکے ہوتے ہیں، پس جب قدیم ریاضی طریقہ کار کے مطابق ضرب، تقسیم وغیرہ جیسی حسابات کی بات آتی ہے۔تو نفسیاتی طور پر طالبعلم کو دماغ ایک معروف و مانوس راستے سے ہٹا کر دوسرے روخ پر ڈالنے میں بڑی مشقت اٹھانا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماضی کے علاوہ اب بھی جو طلباء عصری علوم سے مکمل طور پر ناواقف ہوتے ہیں ان کو بنسبت باقی طلباء کے سراجی کے اصول وقواعد آسانی سے یاد ہو جاتے ہیں حتی کہ میراث کے ماہر بن جاتے ہیں۔اگرچہ ایسے لوگوں کی ریاضیاتی سمجھ صرف میراث تک ہی محدود ہوتی ہے، چنانچہ ایسا شخص اگرچہ میراث کا ایک مشکل ترین مسئلہ تو حل کر دیتا ہے لیکن وہ زندگی کے دیگر مسائل اسی ریاضی کی مدد سے حل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ ریاضی کے پرانے اصولوں سے ایک طالب علم کا ذہن تحقیقی نشونما آسانی کیساتھ حاصل نہیں کر پاتا۔اس کے برعکس جدید ریاضی کو سمجھنے والا ایک میٹرک کا طالبعلم بہت سے عام مسائل اپنے سے حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔لہٰذا ان کو علم میراث سمجھنے کیلئے ایک اشارہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

زیر نظر کتاب کی خصوصیت:

(ا)......جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ علماء کرام نے آج تک علمِ میراث کے تفصیلی اور آسان انداز میں شروحات تحریر کی ہیں ۔مگر ان سب نے سراجی کے اصول وقواعد کو اپنائے رکھا ہے، ناچیز یہ کہنے کی جسارت کبھی نہیں کر سکتا اور نہ جدید طرز میں اس حقیر کاوش کا یہ مقصد ہے کہ ان کی طرف غلطی یا ناقص کی نسبت کی جائے۔البتہ اتنا عرض کرنا

مناسب سمجھتا ہوں کہ چونکہ اردو زبان میں ابھی سراجی کو اسی طرز پر حل کر کے میراث کو سمجھانے کا کافی کام ہو چکا ہے اور اب مزید اسی طرز پر تحریرات کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اسلئے راقم نے مناسب یہ سمجھا کہ اسکو عصری ریاضی اصولوں پر بھی حل کیا جائے تا کہ ایک طالبعلم پرانے اور اصل طریقے کے ساتھ ساتھ جدید اور آسان قواعد سے بھی علم میراث کو سمجھ سکے یا اس کے علاوہ اگر کوئی طالبعلم ایسا ہو جس کیلئے سراجی کے اصول وقواعد سمجھنا مشکل ہو تو اس کے لئے بھی میراث سمجھنے کا ایک آسان راستہ میسر ہو۔

(۲)......اس کتاب میں سراجی کا اتباع ضرور کیا گیا ہے تا کہ عمومی طور پر کتاب کے قاری سراجی کے تمام مسائل سمجھ سکیں۔ مگر سراجی کتاب یا اس کے کسی حصے کی عبارت کو بالفاظہ حل کرنے کی مطلقاً کوشش نہیں کی گئی ہے۔ لھذا ہماری یہ کتاب ان حضرات کیلئے زیادہ مفید ہے جو سراجی تو پڑھ چکے ہیں مگر مسائل کو حل کرنے یا مشکل مسائل حل کرنے میں اس کو سراجی کا اتباع کرنا مشکل ہو یعنی اس کو سراجی میں اور مسئلہ نکالنے یا کسی تقسیم میں پریشانی درپیش آتی ہو۔ تو اس شخص کیلئے ہماری کتاب ان شاء اللہ سونے پر سہاگہ ہو گی۔ دوسرے اس شخص کیلئے یہ کتاب مفید ہوگی جو سراجی کا طالبعلم تو نہیں ہے مگر علم المیراث سیکھنا چاہتا ہے تو ان شاء اللہ ایسے حضرات بھی اس سے بھرپور استفادہ کر سکیں گے۔ تیسرے ایسے لوگ جو اس کتاب کو پڑھ کر سراجی کے متن سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یہ حضرات اگر سراجی کتاب کو علیحدہ طور پر باقاعدہ گی سے پڑھنے کی کوشش نہیں کرتے تو محض اس کتاب کو مطالعہ کرنے سے ان کو سراجی کے مسائل کی سمجھ تو آجائے گی مگر سراجی کے عربی متن کا ترجمہ وترکیب کی سمجھ نہیں آئے گی۔ لہٰذا ایسے

حضرات اس کتاب کے ساتھ ساتھ علیحدہ طور پر کسی ماہر استاد سے سراجی بھی پڑھ لیجئے۔

(۳)....... زیرِ نظر کتاب میں جس جدت کو اختیار کی گئی ہے وہ محض تقسیم میراث کے طریقہ کار تک ہی محدود ہے، قاری کو مسائل میراث بالکل سراجی کی طرح ذہن نشین ہوتے رہیں گے۔ یعنی قاری کتاب کے ابتدائی ابحاث کو مطالعہ کرتے ہوئے کچھ راستہ بالکل سراجی کے متوازی طے کرتے رہیں گے، اور یہی حصہ دراصل مسائل میراث پر مشتمل ہے، مگر چلتے چلتے جب تصحیح مسئلہ کے پاس پہنچیں گے تو وہاں پر قاری کا راستہ تصحیح مسئلہ کی خاطر ''کسوری نظام'' سے مڑکر ''اعشاری نظام'' کی طرف پھر جائے گا۔ بس یہی فرق ہے جو کہ اسے متداول طریقہ سراجی سے ممتاز کرتا ہے، اس کے علاوہ اور کوئی جدت اس کے اندر نہیں پائی جاتی۔ خلاصہ یہ کہ کتاب ھٰذا پڑھنے سے ان شاء اللہ الرحمٰن ہر عام و خاص کو علم میراث کی سمجھ نہایت آسانی سے آجائے گی۔

حقیقی جدت اور علم میراث:

علم میراث میں بعض ریاضی دان کچھ جدید طریقہ کار کو متعارف کرا کر اس کے مطابق مسائل کی تخریج کرتے ہیں مگر وہ طرز خالصتاً یعنی ہر اعتبار سے جدید ہے۔ اسے سمجھ کر ایک شخص ایک بڑے سے بڑے خاندان کے افراد کے درمیان میراث تو بالکل صحیح اور درست تقسیم کر دیتا ہے۔ مگر اس شخص کو وہ علمی اور استدلالی سکون حاصل نہیں ہوسکتا جسے شریعت نے بیان کیا ہے۔ اس طرز جدید کے مؤجد سے اگر تھوڑی دیر کے لئے اعتماد ہٹا کر اسے مجہول فرض کیا جائے تو محض اس جدید طریقے میں ایسی کوئی قوت نہیں پائی جاتی جس سے آپ یہ اطمینان پاسکے کہ واقع یہ وراثت شرعی طور ٹھیک تقسیم ہوگئی یا نہیں؟

ہاں اگر آپ مسئلے کو علمی طور پر سمجھنے کے بعد اس طریقہ جدیدہ کے ذریعے حل کرنا چاہیں گے تو یہ ایک سہولت ضرور ہے، مگر یہاں بھی وہی بات عود کر آئے گی کہ آپ سے سمجھنے یا پوچھنے والے کا آپ پر آنکھیں بند کر کے اعتماد پایا جاتا ہو۔ ورنہ آپ اپنا کام تو پورا کر کے فارغ ہو جائیں گے مگر مسئلہ لینے والے کا شرح صدر ابھی محتاج دلیل ہوگا، جو کہ اس طریقہ جدیدہ میں ظاہری طور پر مفقود ہے۔

اس کے علاوہ آج کل ''تقسیم میراث'' کے کمپیوٹر سافٹ ویئرز بھی بنائے گئے ہیں جس کا طریقہ کار یوں ہوتا ہے کہ کمپیوٹر آن کر کے اسی سافٹ ویئر کو چلایا جاتا ہے، جس میں میت کا نام پھر اس کے وارثوں کے نام درج کراتے جاتے ہیں، اس کے بعد جب Enter کی، دبادی جائے تو اچانک Process مکمل ہو کر آخر میں تمام ورثاء کے ناموں کے سامنے اپنا اپنا حصہ لکھا ہوا یا تو فیصدی میں سکرین پر آجاتا ہے اور یا اگر ''ترکہ'' کی مقدار پروگرام میں درج کی ہوئی ہوتی ہے تو کل ترکہ بھی تقسیم ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا طرز کے علاوہ اور بھی پروگرامز موجود ہیں جن میں پہلے سے ورثاء کے نام لکھے ہوتے ہیں ان میں سے جو موجود ہوں ان کے سامنے نشان لگانا پڑتا ہے یا عدد لکھنا ہوتا ہے اور آخر تک پہنچتے ہوئے ساتھ ساتھ مسئلہ پایا تکمیل تک پہنچ جاتا ہے۔

چنانچہ کمپیوٹر پروگرام میں نام لکھنے اور Enter دبانے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا۔ اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ اس صورت میں آپ کے پاس کیا ضمانت ہے کہ مذکورہ بالا نتیجہ درست ہوگا یا غلط؟ ماسوائے اس کے کہ یا تو آپ اپنے طور پر حسابی قواعد سے حصص نکال کر کمپیوٹر کے اس نتیجے کا پڑتال کریں اور یا یہ کہ آپ کا سافٹ ویئر

بنانے والے انجینئر پر ۱۰۰ فیصد اعتماد ہو۔

پڑتال والے طریقے میں بھی تو کوئی خاص فائدہ اس جدید طرز میں نظر نہیں آرہا ہے کیونکہ پڑتال کرنے کے لئے پھر معروف طریقے کو سیکھنا ضروری ہے۔اور دوسرا طریقہِ اعتماد تو نہایت آسان ہے مگر ایک عالم اور مفتی کیلئے محض اعتماد کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ ہاں یہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ اسے ایک سہولت کے طور پر استعمال کر کے اپنے کام کی پڑتال (Cros check) نہایت آسانی کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔

یہ تھی علم میراث میں حقیقی جدت، جبکہ اس کے برعکس زیرِ نظر کتاب میں ''طرز جدید'' میں مسائل کی سمجھ اور مسئلے کا حل، تصحیح اور تقسیم وراثت پر سراجی ہی کے انداز میں ۱۰۰ فیصد علم اور اطمینان بھی حاصل ہو جاتا ہے جو کہ ایک عالم اور مفتی کیلئے ضروری ہے اور تصحیح مسئلہ اور تقسیم ترکہ وغیرہ میں پیچیدہ ترین صورتوں کا نہایت سہل انداز میں حل بھی ہو جاتا ہے۔

گزارش:

ناچیز نے اپنے طور پر علم میراث کو سراجی کا طرز برقرار رکھتے ہوئے مسائل اور تقسیم ترکہ کو سہل ترین بنانے کی خاطر یہ حقیر کوشش کرتے ہوئے ایک جدید طرز کا اس میدان میں اضافہ کر دیا ہے، مگر علم میراث کے شائقین پر اس کے کیا اثرات پڑیں گے؟ اور یہ ناچیز اس کاوش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے؟ یہ تو آپ پڑھ کر ہی بتا سکیں گے۔ تاہم اہل علم کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے اگر کسی قسم کی لغزش نظر آئے تو اس فقیر کو ضرور مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

شوکت علی قاسمی

باب اوّل

(ترکہ کیساتھ حقوق متعلقہ اور چند اصول واصطلاحات)

فصل اوّل: اصطلاحات واصول

☆......اصطلاحات واصول

فصل دوم: متعلق ترکہ

☆.........تجہیز وتکفین

☆.........ادائیگی قرض

☆.........تنفیذ وصیت

☆.........تقسیم ترکہ

فصل سوم: موانع الارث

☆.........غلامی

☆.........اختلاف دین

☆.........اختلاف دارین

☆.........قتل

فصل اوّل

اصول واصطلاحات

اصطلاحات :

آئین وراثت میں بعض ایسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن کا جاننا علم میراث کے ایک طالب علم کے لئے ضروری ہوتا ہے۔علاوہ ازیں جب عصری تعلیم یافتہ حضرات نے کتاب ھٰذا کو مطالعہ کریں گے تو ان اصطلاحات سے غیر مانوس ہونے کی وجہ سے ان کو کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔بنا بریں چند اصطلاحات کا یہاں ذکر کرنا ضروری خیال کیا تاکہ عام لوگوں کو بھی زیرنظر کتاب سے استفادہ کرنے میں سہولت ہو۔

ترکہ : ترکہ سے مراد کسی میت کا وہ سارا بینک بیلنس اور مال ومتاع ہے جو موت کے وقت اس کی مِلک ہو خواہ گھر میں ہو یا کسی کے پاس امانت ہو یا قرض ہو۔

ذوی الفروض: فرض کا معنی حصہ مقررہ ہے۔ذو کا معنی والا، صاحب، چنانچہ کسی میت کے ورثا میں سے وہ لوگ جن کا حصہِ وراثت، میت کے مال میں مقرر ہو جیسا کہ ماں، باپ،شوہر، بیوی، بیٹیاں وغیرہ۔انہیں ذوی الفروض کہا جاتا ہے۔

عصبہ : عصبہ کا لفظی معنی جماعت، حفاظت کرنے والا، جو وارث کسی انسان کے امدادی اور معاون بن سکتے ہوں ان کو عصبہ کہا جاتا ہے۔وراثت میں ان کا درجہ یہ ہے کہ ذوی الفروض سے بچا ہوا سارا مال ان کو مل جاتا ہے، اگر ذوی الفروض میں سے کوئی

وارث نہ ہوتو یہ لوگ سارے مال لینے کے مستحق ہو جاتے ہیں جیسا کہ بیٹا یا بھائی وغیرہ۔

تعصیب: عصبہ کے طور پر وارث ہونا یعنی عصبہ بننا

اصول: آدمی کے باپ دادا پر دادا، دادی پر دادی ماں نانا نانی اوپر تک سب آباواجداد کو اصول کہا جاتا ہے۔

اصول قریب وبعید: والدین کو اصول قریب اور آباواجداد کو اصول بعید کہا جاتا ہے۔

فروع: اسی طرح اولاد جو بھی ہو اپنے بچے پوتے پوتیاں پڑپوتے نواسے نواسیاں وغیرہ نیچے تک اولاد کا سارا سلسلہ فروع کہلاتا ہے۔

فروع اصول قریب: یعنی والدین کے فروع، مراد اس سے بہن بھائی ہیں۔

فروع اصول بعید: مراد ان سے اپنا چچا والدین کے چچا الخ۔

الخ :اس سے مراد ہوتا ہے ''آخر تک'' جیسا کہ اصول وفروع کے آخر میں لکھا جائے۔
باپ دادا پر دادا، دادی پر دادی ماں نانا نانی..الخ، بچے پوتے پوتیاں پڑپوتے الخ

عینی: عینی یا شقیق ان بھائیوں اور بہنوں کو کہتے ہیں جن کے ماں باپ ایک ہی ہوں جن کو حقیقی بہن بھائی کہا جاتا ہے۔

عَلاَّتی: عَلَّۃ کا معنی سوکن ہے اس سے مراد وہ بہن بھائی ہیں جن کا باب تو ایک ہو مگر ماں علیحدہ علیحدہ ہوں۔

اَخیافی: خیف کا لفظی معنی ہے کہ ایک آنکھ کا رنگ دوسری سے علیحدہ ہو اس سے مراد وہ بہن بھائی ہیں جن کی ماں ایک ہو مگر باپ علیحدہ ہوں۔

احد الزوجین: میاں بیوی میں سے ایک

ذوی الارحام: رحم کا لفظی معنی وہ جگہ ہے جہاں بچہ بچی کی تخلیق ہو۔ ذوی الارحام سے مراد سب نسبی قرابت دار ہیں۔ مگر آئین وراثت میں اس سے مراد وہ وارث ہے جو نہ تو ذوی الفرض سے ہو اور نہ ہی عصبہ ہو۔ اس کے سوا جو رشتہ دار ہوں اس کو ذوی الارحام کہتے ہیں۔ جیسا کہ ماموں۔ تفصیل باب نمبر۴ میں ملاحظہ ہو۔

تشبیب: تشبیب سے مراد یہ ہے کہ ایک آدمی از خود تو وارث نہ ہو سکا مگر دوسرے وارث کی موجودگی سے وہ وارث بن گیا جیسا کہ اگر میت کی بیٹیاں اور پوتیاں ہوں تو پوتیوں کو کچھ نہ ملے گا۔ لیکن اگر پوتا پایا گیا تو اب پوتے کی وجہ سے پوتیاں بھی وارث ہو جائیں گی۔

حجب: حجب کا لفظی معنی رکاوٹ ہے۔ چوکیدار کو بھی حاجب کہتے ہیں۔ اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ جب ایک وارث کو حق وراثت دوسرے کسی کی رکاوٹ پر نہ ملا جیسا کہ باپ اور دادا دونوں موجود تھے تو اب باپ کی موجودگی میں دادا محروم رہا۔ اس کو حجب حرمان کہتے ہیں۔ اور یہی معنی مراد ہے جب کہ لفظ حجب مطلق بولا جائے۔ اس کی ایک قسم حجب نقصان بھی ہے یعنی جب کسی وارث کا حصہ دوسرے کی وجہ سے کم ہو جائے۔ جیسا کہ بیوی کو چوتھا حصہ ملتا ہے لیکن میت کی اولاد ہونے پر آٹھواں ہو جائے گا۔

تصحیح: تصحیح کے لفظی معنی تو درست کرنا ہے۔ مگر اس آئین میں اس لفظ سے مراد وہ صورت اور مجموعہ اعداد ہے جسے کسی ترکہ کے تقسیم کرنے کے لئے متعین کر دیا جائے۔ اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

ا۔ کبھی تو مقرر کئے ہوئے میزانیہ کے مطابق وارثوں میں مال تقسیم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک میت کے وارث اس کی ماں دو بیٹے اور ایک بیٹی ہو تو اس کا کل ترکہ ٦ حصوں میں تقسیم ہو جائے گا والدہ کو ایک (چھٹا) حصہ دیا جائے گا اور باقی مال میں دو دو حصے بیٹوں کو جبکہ ایک حصہ بیٹی کو دیا جائے گا مسئلہ پورا ہوا۔

رَد: ٢۔ کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ مقرر کردہ میزانیہ تقسیم ہونے کے بعد بھی کچھ بچ جاتا ہے۔ اب اس کو وارثوں پر لوٹا دیا جائے گا۔ اسے رد کہتے ہیں۔

عَول: ٣۔ عول کا لفظی معنی بلند کرنا ہے۔ اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ اگر میزانیہ مقرر تقسیم پر پورا نہ آئے تو اس پر کوئی عدد زیادہ کر دیا جائے۔ اس کو عول کہتے ہیں۔

تَخارج: تخارج کا لفظی معنی نکالنا ہے۔ وراثت میں اس سے مراد یہ ہے کہ ایک وارث کوئی چیز ترکہ یا باہر سے لے کر اپنا حق چھوڑ دے۔

کَلاَلہ: کلالہ کا لفظی معنی کمزوری ہے۔ وراثت میں اس سے مراد وہ میت ہے جس کی نہ اولاد ہو اور نہ ماں باپ موجود ہوں۔

چند اصول وقواعد

(ا) ان رشتہ داروں کی فہرست جو وراثت سے بالکل کچھ نہیں پا سکتے:

چونکہ وراثت میں قیاس کا دخل نہیں بلکہ جو حصہ قرآن وحدیث کی روشنی میں عہد اول سے متوارث چلا آ رہا ہے۔ اسی پر عمل کیا جائے گا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل فہرست

ان رشتہ داروں کی دی جاتی ہے جو بظاہر بڑے ہی قریب ہیں۔مگروہ وارث نہیں ہوسکتے۔

متبنّٰی : بعض لاولد لوگ یا ویسے بھی رحم دلی کے طور پر کسی کو اپنا بیٹا بنا لیتے ہیں۔یا کسی لڑکی کو اپنی بیٹی بنا لیتے ہیں۔اسے متبنّٰی کہا جاتا ہے۔اگرچہ اخلاقی طور پر ان کا یہ طرز عمل پسندیدہ ہے مگر اس سے شرعی احکام میں ردوبدل واقع نہیں ہوسکتا۔اس لئے متبنّی اس نسبت کے لحاظ سے وارث نہ ہوسکے گا۔

رضاعی والدہ: جبکہ ایک لڑکا، لڑکی کسی عورت کا دودھ خاص مدت میں پی لیتے ہیں تو ان میں بہن، بھائی، متبنّی مادری اور ولدیت کی طرح کی ایک نسبت قائم ہوجاتی ہے۔اسی وجہ سے رضاعی والدہ اور بہن بھائی کا نکاح حرام ہے۔مگر آپس میں یہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے۔

رَبیب اور ربیبہ : جب کہ مطلقہ عورت یا بیوہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرے تو اس کی، پہلے خاوند سے، اولاد لڑکا ہو تو اس کو ربیب کہتے ہیں اور لڑکی کو ربیبہ، یہ دونوں اپنی ماں کے خاوند کے وارث نہ ہوسکیں گے۔اگر ان میں کوئی اور نسبت ہو جو کہ وارث کا سبب ہو تو پھر وارث ہوجائیں گے۔جیسا کہ کسی مرد نے اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کرلیا تو اس بیوہ کی اولاد پہلے خاوند سے اس دوسرے خاوند کے بھتیجے بھی ہوجاتے ہیں۔اگر یہ مرگیا اور اپنی اولاد نہ ہوئی تو وہ بھتیجا ہونے کی وجہ سے وارث ہوجائے گا۔اسی طرح ربیب اور ربیبہ کا وارث وہ مرد نہیں ہوسکتا۔جس کے ساتھ ان کی ماں نے نکاح کیا ہو۔

سوتیلی ماں: وارث کے لئے نسب کا ہونا ضروری ہے اس لئے کوئی آدمی اپنی سوتیلی والدہ کا وارث نہ ہو سکے گا۔ اور نہ ہی سوتیلی والدہ اس کی وارث ہو سکے گی۔ بلکہ ان ہر دو کے ورثاء ہی ان کے وارث ہونگے۔

بہو و داماد، چچی، ممانی: بہو اپنی ساس اور سسر کے مال سے وارث نہ ہو سکے گی۔ چچا اور بھتیجا تو آپس میں وارث ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح ماموں اپنے بھانجے کا اور بھانجا اپنے ماموں کا وارث ہوسکتا ہے۔ مگر چچی اور ممانی کا وارث نہیں ہوسکتا اور نہ ہی وہ وارث ہوسکتی ہیں۔

دیور، دیورانی، نند، بھاوج، سالی، سالا، بہنوئی: یہ سب کے سب رشتہ دار تو ہیں مگر ان میں وراثت کا سلسلہ نافذ نہیں ہے۔ اس لئے یہ وارث نہ ہو سکے گے۔

قائدہ ضروری: وراثت کے لئے دو اسباب کا ہونا ضروری ہے، نسب اور زوجیت۔ اگر کسی بھی دو انسانوں کے درمیان نسب کا سلسلہ قریبی یا بعیدی قائم ہے۔ تو وہ وارث ہو جائے گا یا مرنے والے کی ماں کے پوتے کا بیٹا دوسرے وارثوں کے نہ ہونے پر وارث ہو سکے گا۔ اسی طرح اگر سلسلہ زوجیت قائم ہو۔ اگر چہ اور کوئی رشتہ داری نہ بھی ہو تب بھی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ جیسا کہ خاوند پاکستان کا اور بیوی انڈونیشیا کی نکاح ہو جانے پر ایک دوسرے کے وارث ہو جائیں گے۔ اگر چہ ان کے درمیان اور کوئی خاندانی بلکہ وطنی رشتہ اور تعلق بھی نہیں ان دو اسباب کے بغیر اور کوئی سبب وراثت کے لئے نہیں ہوسکتا۔

اب اگر ان ہی رشتہ داروں میں اس کے رشتہ کے بغیر مندرجہ بالا دو اسباب میں

سے کوئی سبب پایا گیا تو وہ وارث ہو جائے گا۔ جیسا کہ مرنے والے کی سابقہ چچی اس کی بیوی بھی ہے تو اب چچی ہونا اسباب وراثت میں نہیں۔ لیکن بیوی ہونا تو اسباب وراثت ہے۔ اس لئے وہ وارث ہو جائے گی۔

(۲) وہ امور جو وراثت کے جاری ہونے سے مانع نہیں ہو سکتے۔

قید ہونا: اگر کسی میت کا وارث کسی جرم میں قید یا نظر بند ہو تو اس وجہ سے وہ اپنے حق وراثت سے محروم نہ ہوگا۔ بلکہ وہ وارث ہو جائے گا۔ خواہ قید کم ہو یا زیادہ۔

شادی کر جانا: اگر کسی عورت نے اپنے پہلے خاوند کے مر جانے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو یہ دوسرا نکاح اس کو اپنے پہلے خاوند کے حق وراثت سے نہیں روک سکے گا۔ بلکہ وہ وارث ہو جائے گی۔

شادی کا نہ ہونا: اگر ایک مرد اور عورت کے درمیان نکاح شرعی ہو گیا۔ مگر ابھی تک شادی نہیں ہوئی تھی۔ تو ان دونوں کے درمیان وراثت جاری ہو جائے گی۔

پیدا کردہ یا موروثی: مرنے والے کے پاس جو کچھ موجود تھا۔ جس کا وہ موت کے وقت مالک تھا وہ سب ترکہ کہلاتا ہے۔ اور اس میں وراثت جاری ہوگی۔ خواہ اس نے خود پیدا کی ہو یا اس کو باپ دادا کی طرف سے وراثت میں ملی ہو عوام کا یہ خیال غلط ہے کہ پیدا کردہ میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی۔

عاق کر دینا: چونکہ وراثت ملکِ اضطراری ہے یعنی مرنے والے کے وارث حکم شریعت سے از خود وارث ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اگر مرنے والا اپنی اولاد کو یا کسی دوسرے وارث کو محروم کہہ جائے تو وہ محروم نہ ہوگا۔ بلکہ موجودہ جائیداد سے بحکم شریعت

اپنا حق لے سکے گا۔

لا پتہ ہونا: اگر کوئی وارث لا پتہ ہو تو وہ وراثت سے محروم نہ ہوگا۔ بلکہ اس کو حق وراثت سے مناسب حق دیا جائے گا۔ اس کی تفصیل مفقود میں آجائے گی ان شاء اللہ۔

حمل: کسی وارث کا اس وقت دنیا میں موجود ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ وراثت کے لئے حمل کا بھی اعتبار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ آگے آجائے گا۔

عطیہ: اگر باپ نے یا دوسرے مورث نے کسی وارث کو اپنی زندگی میں بہت کچھ دے دیا یا اس کی تعلیم پر کافی خرچ کر ڈالا یا بیٹی کی شادی کر دی یا بیٹے کی شادی کر دی۔ ان تمام صورتوں میں وہ دوسرے ورثاء کی طرح وارث ہو جائے گا۔ عوام میں یہ بات غلط مشہور ہے کہ شادی شدہ لڑکی اپنا حق لے گئی۔

طلاق دینا: اگر کسی خاوند نے اپنی بیوی کو مرض موت میں طلاق دے دی اور ابھی وہ عدت ہی میں تھی کہ خاوند مر گیا تو وہ وارث ہو جائے گی۔(۱)

(۱) آئین وراثت، قاضی محمد زاہد الحسینی، مکتبہ زاہدیہ، مکی مسجد اٹک شہر۔ ص ۶۱ تا ۶۹، بتغییر یسیر

فصل دوم

متعلق ترکہ

اول یہ بات جاننا ضروری ہے کہ ترکہ اس مال ومتاع کو کہا جاتا ہے، جس کا میت زندگی میں مرضِ موت تک مالک تھا اور اب وفات پانے کے بعد پیچھے رہ گیا۔ چنانچہ وفات کے بعد اس ترکہ کے ساتھ چار حقوق متعلق ہو جاتے ہیں۔

(۱) تجہیز و تکفین:

سب سے پہلے میت کے ترکہ سے تجہیز و تکفین کا خرچہ ادا کیا جائے گا۔ یعنی میت کے تجہیز و تکفین پر جتنا خرچہ آئے گا تقسیم وراثت سے پہلے اس کو ترکہ سے الگ کر کے ادا کرنا ہوگا۔ مثلاً 10 روپے ترکہ رہ گیا اور 2 روپے خرچہ تجہیز و تکفین پر آ گیا تو ورثاء کے درمیان 8 روپے تقسیم کئے جائیں گے، نہ کہ کل 10 روپے تجہیز و تکفین میں افراط وتفریط دونوں سے بچتے ہوئے اعتدال کا دامن تھامے رکھنا ضروری ہے۔

ہاں کوئی شخص اپنے طور پہ خرچہ برداشت کرے تو پھر کل ترکہ میں وراثت جاری ہو جائے گی بشرط یہ کہ وہ اس مال کا مالک ہو اور خوشی سے خرچ کرے علاوہ ازیں خرچ کرنے والا عاقل بالغ بھی ہو۔

(۲) ادائیگی قرض:

تجہیز و تکفین کے بعد جتنا مال (ترکہ) باقی رہ جائے تو اب دوسرا نمبر اس بات کا آئے گا کہ پہلے ان تمام قرضوں کی ادائیگی کرے، جو میت کے ذمے واجب الاداء تھے،

یعنی ترکہ 20 روپے تھا تجہیز و تکفین کے بعد 18 روپے رہ گیا مگر میت کے ذمے 4 روپے قرضہ تھا تو وراثت بقایا 14 روپے میں جاری ہوگی۔

نوٹ: اگر ورثاء میں زوجہ بھی موجود ہے اور اس کا مہر شوہر (متوفی) نے ادا نہیں کیا تھا تو قرض کی طرح زوجہ کا مہر بھی تقسیم وراثت سے پہلے کل ترکہ سے منہا کر کے ادا کرنا ضروری ہے۔

(۳) تنفیذ وصیت:

جب متروکہ مال سے تجہیز و تکفین کے بعد تمام قرض ادا کئے جائیں۔ تو اس کے بعد دیکھا جائے گا، کہ اس میت نے کسی کے حق میں وصیت تو نہیں کی ہے۔ اگر کی ہے تو تقسیم سے پہلے اس وصیت کو نافذ کرنا ضروری ہے۔ یعنی جس آدمی کے حق میں وصیت کی گئی ہے اسکو بمطابق وصیت مال وغیرہ دینا تمام وارثوں پر لازم ہے۔ لیکن اس میں دو باتوں کا لحاظ ضروری ہے۔ ایک یہ کہ وصیت وارث کے حق میں نہ ہو دوسری یہ کہ وصیت 1/3 سے زائد نہ ہو۔ ورنہ وصیت وارث کے حق میں اور 1/3 سے زائد میں نافذ نہیں ہوگی۔

(۴) تقسیم ترکہ:

متروکہ مال میں سے تجہیز و تکفین، ادائے قرض اور تنفیذ وصیت کے بعد جو حصہ باقی بچ جائے، اس باقی ماندہ ترکہ کو میت کے ورثاء میں ان کے مقررہ حصوں کے مطابق تقسیم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جن لوگوں میں ترکہ تقسیم ہوتا ہے ان کا بیان ان شاء اللہ آگے آرہا ہے۔

ترکہ میت سے متعلق چار امور کا تذکرہ مکمل ہوگیا ان میں سے آخری امر یعنی تقسیم

ترکہ ہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ درحقیقت علم میراث بنیادی طور پر دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے ایک ورثاء اور ان کے حصص کی تفصیل دوسرا ان کی تقسیم اور طریقہ کار۔ زیرنظر کتاب میں پہلے حصے کو بعینہ سراجی کی طرح نقل کرکے وضاحت پیش کی جائے گی جبکہ دوسرے حصے یعنی تقسیم کے طریقہ کار میں ہماری ترتیب دوسروں سے مختلف مگر ان شاء اللہ بہت آسان ہوگی۔

فصل سوم:

موانع الارث

ان سے مراد وہ حالات وصفات ہیں جن کے ہوتے ہوئے ایک وارث اپنے مورث سے وراثت کے استحقاق سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ کل چار حالتیں ہیں۔

(۱) غلامی:

اگر کسی شخص (مرد و عورت) میں غلامی کی صفت پائی جائے تو غلام ہو کر یہ شخص اپنے مورث سے وراثت نہیں لے سکتا۔ مثلاً ایک شخص فوت ہوگیا تو ان کے ورثاء میں اگر کوئی غلام بھی موجود ہے تو تقسیم وراثت میں غلام کو وراثت نہیں ملے گی۔

(۲) اختلاف دین:

مسلمان، اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور دیگر اہل کفر یہ سب اہل ادیان ایک دوسرے

سے غیر ہیں۔ چنانچہ مسلمان اور اہل کفر ایک دوسرے کی وراثت کے حقدار نہیں ہیں۔

(۳) اختلاف دارین:

اس سبب کا تعلق غیر مسلموں کے ساتھ ہے، مسلمان جس ملک میں بھی رہتے ہوں، اگر وہ آپس میں مورث یا وارث کے رشتے رکھتے ہیں، تو ان کا مختلف مما لک میں رہنا ان کے استحقاقِ وراثت میں مانع نہیں ہوسکتا۔

کفار کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر مختلف میں مما لک میں سکونت پزیر ہیں، تو ایک ملک کا رہنے والا دوسرے ملک کے رہنے والے رشتہ دار کا وارث نہیں بن سکتا۔

(۴) قتل:

کسی شخص نے کسی رشتہ دار کو قتل کر دیا تو مقتول کی وراثت سے قاتل محروم ہو جاتا ہے۔ خدانخواستہ کسی بدنصیب نے اپنے والد، یا بھائی وغیرہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا تو قاتل (یعنی بیٹا یا بھائی) اس مقتول کی تمام وراثت سے محروم ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆

باب دوم

میت کے ورثاء اوران کے حصے

فصل اوّل: اصحاب الفرائض

فصل دوم: عصبات

فصل سوم: دیگر ورثاء

☆..........ذوی الارحام

☆..........مولی الموالات

☆..........مقرلہ بالنسب علے الغیر

☆..........موصیٰ لہٗ بجمیع المال

☆..........بیت المال

☆..........حجب کا بیان

فصل اوّل

جیسا کہ مقدمہ میں گزر چکا کہ میت کے متروکہ مال کیساتھ چوتھا حق یہ متعلق ہے کہ پہلے تین حقوق کے بعد باقی ماندہ مال میت کے ورثاء کے درمیان انکے مقررہ حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے، اب اس فصل میں ان وارثان کا تذکرہ بمع ان کے حصص کے، کیا جائے گا جن کو شریعت میں وارث قرار دیا گیا ہو۔ چنانچہ کسی بھی میت کے ورثاء مندرجہ ذیل ۱۰ دس قسموں پر مشتمل ہو سکتے ہیں۔

(۱) اصحاب الفرائض
(۲) عصبات نسبی
(۳) عصبات سببی
(۴) عصبہ سببی کے عصبات اولاً نسبی ثانیاً سببی
(۵) ذوی الفرائض نسبی پر رد
(٦) ذوی الارحام
(۷) مولی الموالات
(۸) مقرلہ بالنسب علی الغیر
(۹) موصیٰ لہ بجمیع المال
(۱۰) بیت المال

اگلے صفحات میں تفصیل ملاحظہ ہو:

(۱)

اصحاب الفرائض

اصحاب الفرائض یا ذوی الفروض ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے لئے وراثت میں قرآن، حدیث اور اجماع نے خاص حصہ مقرر کیا ہو۔ اول الذکر تین حقوق سے اگر کچھ مال بچ گیا تو اب اس بقایا ترکہ کو سب سے پہلے اصحاب الفروض کے درمیان ان کے حصص (حصوں) کی نسبت سے تقسیم کیا جائے گا۔ چنانچہ جب آپ کے سامنے کوئی شخص تقسیم وراثت کا کوئی مسئلہ پیش کرتا ہے۔ تو آپ کی اولین ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ اس شخص سے تمام ذوی الفروض کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ یعنی مورث کی وفات کے وقت ان لوگوں میں سے کون کون بقید حیات تھے۔ لہٰذا سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ ان ورثاء (ذوی الفروض) کو اپنا حصہ پورا مل جائے۔ اب اگر کوئی مال ان سے بچ گیا تو عصبات کی موجودگی میں باقی سارا مال اقرب العصبات (یعنی سب سے قریبی عصبی رشتہ دار) کو دیا جائے گا۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ ذوی الفروض کی کل تعداد بارہ (۱۲) ہے۔ ان میں سے 4 مرد، جبکہ 8 عورتیں ہیں۔ سب کی تفصیل فرداً فرداً ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

مَردوں میں سے:

(۱) باپ (۲) دادا (۳) اخیافی بھائی (۴) شوہر

(ا) باپ:

وراثت کے حوالے سے باپ کے تین حالتیں بنتی ہیں۔یعنی بیٹے کے فوت ہونے کی صورت میں باپ کا جو بھی صورت حال بنتا ہے اسی کے مطابق حصہ دیا جائے گا۔

نمبر	حصہ وراثت	صورت وحالت
ا۔	1/6	جبکہ میت کا بیٹا یا پوتا موجود ہوں
۲۔	1/6+ تعصیب	جبکہ میت کی زنانہ اولاد موجود ہو
۳۔	تعصیب محض	جبکہ میت کی کسی قسم کی اولاد نہ ہو

تعصیب کا مطلب:

اس کا مطلب یہ ہے کہ باپ کے علاوہ اگر کوئی ذوی الفروض میں سے موجود ہے اور اس کو حصہ مل گیا مگر ابھی کچھ مال باقی رہتا ہے۔تو یہ باقی سارا مال باپ کو دینا تعصیب کہلاتا ہے۔مثلاً صورت نمبر۲ میں سب سے پہلے کل وراثت کا 1/6 باپ کو مل جائے گا بقایا 5 حصے (یعنی 5/6) مال رہ گیا۔ان میں سے میت کی زنانہ اولاد مثلاً بیٹی، پوتی وغیرہ اپنا حصہ لے لیں گی۔جو بقایا مال بچے گا وہ سارا پھر باپ کو مل جائے گا۔

تعصیب محض:

اس کا مطلب یہ ہے باپ پہلے 1/6 حصہ نہیں لے گا بلکہ اول ذوی الفروض اگر ہیں تو وہ لیں گے مثلاً زوجہ، ماں وغیرہ، پھر بقایا سارا مال باپ لے لیگا۔اور اگر میت شادی شدہ نہیں ہے تو والدہ کو اس کا حصہ دینے کے بعد باقی سارا مال باپ لے گا۔یہ دونوں صورتیں تعصیب محض کہلاتی ہے۔

(۲) دادا (جدِ صحیح)

جو باپ کے احوال ہیں وہی دادا کے حالات ہیں البتہ چار مسائل میں دادا کا حکم مختلف ہے۔(۱) یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ باپ کے ہوتے ہوئے دادا محروم ہوگا۔البتہ اگر میت کا باپ اس سے پہلے فوت ہو چکا ہے اور دادا زندہ ہے تو اب باپ کی جگہ دادا وراثت کا حقدار ہوگا۔دادا کی وراثت کا طریقہ کار وہی ہوگا جو کہ باپ کے احوال میں گزر چکا ہے یعنی (i) فرض مطلق (ii) فرض والتعصیب (iii) تعصیب محض۔

سوال: جدِ صحیح کس کو کہتے ہیں۔۔؟

جواب: جدِ صحیح اس جد کو کہتے ہیں کہ میت کے ساتھ اس کا رشتہ جوڑنے کیلئے ماں کا واسطہ درمیان میں نہ ہو۔جیسے دادا پر دادا وغیرہ کہ اس میں ماں کا واسطہ نہیں ہے۔اس کے برعکس نانا جد فاسد کہلاتا ہے۔

(۳) اولاد الام (ماں شریک بہن بھائی)

انہیں اخیافی بہن بھائی بھی کہا جاتا ہے۔ان سے مراد وہ بہن بھائی ہیں،جن کی ماں ایک ہو اور باپ علیحدہ علیحدہ ہو۔ان کی تین حالتیں ہیں:

نمبر	حصہ وراثت	صورت وحالت
۱۔	1/6	جبکہ یہ صرف ایک ہو۔
۲۔	1/3	ان کی تعداد ایک سے زائد ہوں
۳۔	محروم	میت کی اولاد، پوتے پوتی، باپ دادا، موجود ہوں

(۱) جس کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر آئے گی۔

وضاحت:

اس کی توضیح یہ ہے کہ جب میت کی کوئی بھی اولاد یا اولادِ دراولاد یا باپ دادا موجود ہوں تو یہ ''ماں شریک بہن بھائی'' محروم ہوں گے، اور اگر کسی میت کے مذکورہ صدر ورثاء موجود نہ ہوں تو اگر ایک ہے تو 1/6 اور اگر زیادہ ہیں تو 1/3 ملے گا۔

نوٹ:

اولادالام میں لڑکے اور لڑکی کا حصہ برابر ہوتا ہے۔ مثلاً ان بہن بھائیوں کو کسی میت کے ترکے میں 1/3 حصہ مل گیا اب ان کی تعداد جتنی بھی ہے یا جتنے بھی بہن یا بھائی ہیں 1/3 سب پر برابر برابر تقسیم کیا جائے گا۔

(۴) زوج/شوہر : شوہر کے دو حالات ہیں۔

نمبر	حصہ وراثت	صورت وحالت
۱	1/2 (نصف)	: اگر بیوی مر جائے اور اس کا کوئی اولاد اس شوہر سے یا کسی دوسرے شوہر سے موجود نہ ہو، تو شوہر کو آدھی میراث ملے گی۔
۲	1/4 (چوتھا) :	اور اگر میت (بیوی) کا کوئی بھی اولاد ہو چکا ہے اسی شوہر سے ہو یا سابقہ کسی دوسرے شوہر سے ہو، تو شوہر کو 1/4 حصہ ملے گا۔

عورتیں:

اصحاب الفروض کی تعداد کل 12 تھی۔ان میں سے چار رجال (مردوں) کا تذکرہ گزر چکا، باقی آٹھ کا تعلق نساء یعنی عورتوں کے ساتھ ہے ان کا بیان درجہ ذیل ہے۔

(۱) زوجہ: زوجہ کی دو حالتیں ہیں:

نمبر	حصہ وراثت	صورت وحالت
ا	1/4 (چوتھا)	اگر شوہر فوت ہو جائے اور اس کا، کسی بھی بیوی سے کوئی بھی اولاد نہ ہو تو بیوی کو کل ترکے کا چوتھا حصہ ملے گا۔
۲	1/8 (آٹھواں)	اگر شوہر فوت ہو جائے اور اس کا، کسی بھی بیوی سے کوئی بھی اولاد موجود ہو تو بیوی کو کل ترکے کا 1/8 حصہ ملے گا۔

(۲) بیٹی: بیٹی کے صرف تین حالتیں ہیں۔

نمبر	حصہ وراثت	صورت وحالت
ا	1/2	جبکہ بیٹی ایک ہو۔
۲	2/3	جبکہ اولاد میں سے دو یا زیادہ بیٹیاں موجود ہوں۔
۳	1:2	بیٹا بیٹی دونوں موجود ہوں تو بیٹے کے ۲ حصے اور بیٹی کا ایک حصہ

نوٹ : 1/2 سے مراد کل ترکے کا نصف ہے اور 2/3 کا مطلب یہ ہے کہ کل ترکہ 3 حصے کر کے بیٹیوں کو ان میں سے 2 حصے دیئے جائیں گے۔ 1:2 کا مطلب یہ ہے کہ بیٹے کو بیٹی سے دگنا حصہ ملے گا۔یا یہ کہ دو بیٹیاں ایک بیٹے کے برابر حصہ لیں گی۔

(۳)پوتیاں: ان کے چھ احوال ہیں۔

نمبر	حصہ وراثت	صورت وحالت
۱	1/2	جبکہ پوتی ایک ہو۔
۲	2/3	جبکہ میت کی دو یا زیادہ پوتیاں ہوں۔
۳	1/6	جبکہ پوتی کیساتھ میت کی ایک بیٹی بھی وارث ہو۔
۴	محروم	جبکہ میت کی دو یا زیادہ بیٹیاں وارث موجود ہوں۔
۵	محروم	جبکہ میت کا بیٹا موجود ہو۔
۶	1:2	جبکہ صورت نمبر۴ ہو مگر پوتیوں کے ساتھ پوتا یعنی ان کا بھائی بھی موجود ہو تو اس صورت میں بیٹیوں سے بچے ہو ئے بقایا ترکہ میں 1:2 کے حساب سے (یعنی دو پوتیاں ایک پوتے کے برابر) یہ وراثت کے حق دار ہو جائیں گی ۔یعنی یہ پوتیاں صورت نمبر۴ کے حساب سے میت کی دو یا زیادہ بیٹیوں کی وجہ سے محروم تھیں مگر ان کے ساتھ اب جبکہ بھائی بھی موجود ہے، تو بھائی کی وجہ سے حصہ دار بن گئیں۔ چنانچہ اسی صورت کو عصبہ بالغیر بھی کہا جاتا ہے۔

صورت وکیفیت کے تحت جو Position تحریر ہے جب کسی پوتی کی یہی حالت آجائے تو اس کے مقابل لکھے ہوئے حصے کا، میت کے کل ترکے میں، یہ مستحق ہوگی۔

(۴) حقیقی بہنیں: حقیقی بہن کے حالات پانچ ہیں۔

نمبر	حصہ وراثت	صورت وحالت
۱	1/2	جبکہ بہن ایک ہو۔
۲	2/3	جبکہ میت کی دو یا زیادہ بہنیں موجود ہوں۔
۳	1:2 عصبہ بالغیر	جبکہ بہنوں کیساتھ بھائی بھی ہوتو دیگر ورثاء کو حصہ دینے کے بعد بقایا ترکہ ان کے درمیان 1:2 کے حساب سے تقسیم کیا جائے گا، بشرطیکہ میت کا بیٹا پوتا یا باپ، دادا نہ ہوں یہ **عصبہ بالغیر** کی صورت ہے
۴	عصبہ مع الغیر	جبکہ میت کی بیٹیاں، پوتیاں ہوں تو ان کو اپنا حصہ دینے کے بعد بقایا ترکہ بہنوں کو عصبیت کی بنا پر دیا جائے گا، اس صورت کو **عصبہ مع الغیر** کہا جاتا ہے۔
۵	محروم	جبکہ میت کا بیٹا، پوتا یا باپ، دادا موجود ہوں۔

توضیح :

ایک شخص فوت ہوا اس کے ورثاء میں سے ماں ایک چچا اور ایک حقیقی بہن رہ گئے۔تو اسی صورت میں ماں کو 1/3 اور حقیقی بہن کو 1/2 اور بقایا چچا لے گا۔اور اگر بہنیں دو یا زیادہ ہیں تو سارے مل کر کل ترکے کا 2/3 لیں گی۔اور اس سے جو بچے گا تو وہ چچا لے گا کہ وہ عصبہ ہے۔یا اگر کسی میت کے صرف بہن بھائی رہ گئے تو سارا مال ان کے درمیان 1:2 کے حساب سے تقسیم کیا جائے گا، یہ عصبہ بالغیر کی صورت ہے۔اگر بہنیں اور بیٹیاں

رہ گئیں تو بیٹیوں کو 1/2 یا 2/3 حصہ دیا جائے گا اور اگر والدہ ہے اسے بھی اپنا حصہ دیا جائے گا تو ان سے جو بچے گا وہی بہنوں کو دیا جائے گا اور یہ عصبہ مع الغیر کی صورت میں۔اور اگر میت کا بیٹا، پوتا یا باپ دادا بھی موجود ہیں تو بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

(۵) علاتی بہنیں: علاتی بہنوں کے کل سات حالات ہیں:

نمبر	حصہ وراثت	صورت وحالت
ا	1/2	جبکہ صرف ایک علاتی بہن موجود ہو۔
۲	2/3	جبکہ میت کی دو یا زیادہ علاتی بہنیں وارث ہوں۔
۳	1/6	جبکہ علاتی بہنوں کیساتھ ایک حقیقی بہن موجود ہو۔ (چنانچہ 1/2 حقیقی اور 1/6 علاتی بہن لے لے گی)
۴	محروم	جبکہ میت کی حقیقی بہنیں دو یا زیادہ موجود ہوں۔
۵	(عصبہ بالغیر) 1:2	جبکہ صورت نمبر۴، ہو مگر ان کے ساتھ حقیقی بھائی (جو کہ میت کا علاتی ہوگا) بھی ہو، تو دیگر ورثاء کو حصہ دینے کے بعد بقایا ترکہ ان (علاتی بہن بھائیوں) کے درمیان 1:2 کے حساب سے تقسیم کیا جائے گا بشرطیکہ میت کا بیٹا پوتا یا باپ دادا موجود نہ ہوں ،اور یہ عصبہ بالغیر کی صورت ہے۔
۶	عصبہ مع الغیر	جبکہ میت کی حقیقی بہنیں نہ ہوں، تو بیٹیوں، پوتیوں کو ان کا حصہ دینے کے بعد بقایا ترکہ بہنوں کو عصبیت

		کی بناپر دیا جائے گا، اس صورت کو عصبہ **مع الغیر** کہا جاتا ہے۔
۷	محروم	جبکہ میت کا بیٹا، پوتا یا باپ، دادا موجود ہوں۔

ان کی تشریح وتوضیح کے لئے حقیقی بہنوں کے تحت تشریح ملاحظہ فرمالیں۔

(۶) اخیافی بہنیں:

ان کا بیان رجال کے ذیل میں اولاد الام کے تحت گزر چکا ہے۔

(۷) ماں: ماں کے تین حالات ہیں۔

نمبر	حصہ وراثت	صورت وحالت
۱	1/6	ا۔میت کی اولاد، اولاد کی اولاد ہو یا ۲۔دو یا زیادہ بہن بھائی ہوں۔
۲۔	کل ترکہ کا 1/3	ا۔ میت کی کوئی اولاد نہ ہو۔ ۲۔ بہن یا بھائی صرف ایک ہو۔ ۳۔ باپ کی موجودگی میں زوجین میں سے کوئی نہ ہو۔
۳	احدالزوجین سے بقایا ترکہ کا 1/3	زوجین (میاں بیوی) میں سے یک موجود ہوتو کل ترکہ میں سے سب سے پہلے شوہر

یا بیوی کا حصہ دیا جائے گا پھر بقایا کا تیسرا حصہ میت کی ماں کا ہوگا۔

(۸) جَدہ (دادی/نانی)

سدس یعنی چھٹا حصہ: (1/6)

لیکن جدہ کے وارث ہونے کے بارے میں چند باتوں کا ذہن نشین کرنا ضروری ہے:

۱۔ جدہ فاسدہ وراثت سے محروم ہوتی ہے، صرف جدہ صحیحہ ہی وارث بن سکتی ہے۔

۲۔ جدہ قریبہ کی موجودگی میں جدہ بعیدہ ساقط (یعنی محروم) ہوجاتی ہے۔

۳۔ جب میت کی ماں موجود ہوتو کوئی بھی نانی یا دادی وارث نہیں بن سکتی۔

۴۔ جب باپ موجود ہوتو باپ کی وجہ سے دادی محروم ہوجاتی ہے مگر نانی نہیں۔

۵۔ دادا اپنی بیوی (جو کہ میت کی جدہ صحیحہ ہے) کے سوا ان تمام دادیوں کو محروم کر دیتا ہے جن میں دادا واسطہ کے طور موجود ہو مثلاً دادا کی ماں اس کی دادی اس کی دادی الخ

۶۔ اگر جدات دو یا زیادہ ہوں تو سدس انکے درمیان برابر کے طور پر تقسیم ہوگا۔

۷۔ اگر بعض جدات کی قرابت متعدد ہوں، یعنی ایک جدہ متعدد جہات سے جدہ بنتی ہو اور دوسری صرف ایک جہت سے، تو دونوں ایک ایک قرار دی جائیں گی۔ یعنی پہلی والی کی متعدد جہات کا اعتبار نہیں بلکہ رأس کا اعتبار ہوگا۔ یہ امام ابی یوسفؒ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔ اور بقول امام محمدؒ جہات کا اعتبار کیا جائے گا۔ مثلاً ایک جدہ ذات جہۃ واحدۃ ہے دوسری ذات جہتین ہے تو سدس کو تین حصے کر کے پہلی کو ایک حصہ (یعنی سدس کا تیسرا) جبکہ دوسری کو دو حصے (یعنی سدس کا دوتھائی) دیئے جائیں گے۔

مثال: زکیہ بی بی نے اپنے پوتے کا نکاح اپنی نواسی سے کروادیا، پھر اس جوڑے (پوتے + نواسی) سے ایک بچہ کریم پیدا ہوا۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں زکیہ بی بی کریم کی

والدہ کی نانی اور والد کی دادی بن گئی، چنانچہ زکیہ کے ساتھ کریم کی دوہری قرابت ہوگئی۔
مگر اس کریم کی دوسری جدہ بھی ہے جو کہ والد کی نانی ہے یا تیسری جدہ جو والدہ کی دادی ہے یہ دونوں جدات (یعنی دوسری اور تیسری) ایک قرابت کی ہیں۔
اب اگر کریم فوت ہوگیا، تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سب جدات میں سدس برابر تقسیم ہوگا۔ جبکہ امام محمدؒ کے نزدیک زکیہ بی بی (جو کہ کریم کی والدہ کی نانی اور والد کی دادی ہے) کو بنسبت باقی جدات سے دگنا حصہ ملے گا۔ ذیل میں نقشہ ملاحظہ ہو:
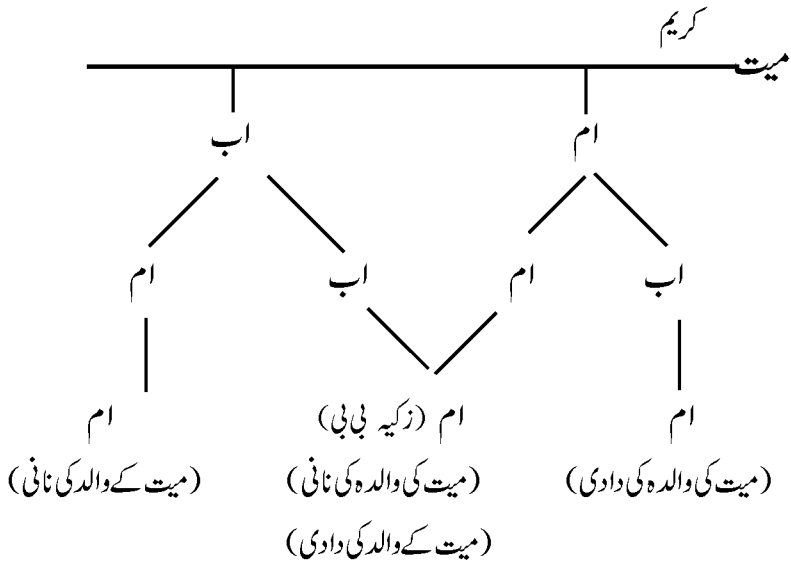
بقول امام ابی یوسفؒ: دادی کا حصہ (1/6) تینوں پر برابر تقسیم ہوگا۔
بقول امام محمدؒ: سدس (1/6) کو 4 حصے کر کے 2 حصے زکیہ کو باقی کو 1,1 حصہ دیا جائے گا

فصل دوم

(۲)

عصبات

عصبۃ کے معنی ہے "قرابة الرجل لابيه" (شامی ج۱۰،ص۵۱۶) یعنی مرد کا باپ کی جانب سے جو رشتہ دار ہو اس کو عصبہ کہا جاتا ہے۔ یہ عاصب کی جمع ہے، مگر یہ جمع واحد مذکر اور مؤنث سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (شامی ایضاً) عصبات وہ لوگ کہلاتے ہیں جو تنہائی کی صورت میں سارا مال لے لیں اور اگر دوسرے ذوی الفروض (ورثاء) کے ساتھ ہوں تو ان ورثا کو اپنا حصہ دینے کے بعد بقایا سارا مال لے لیں۔
عصبات کی دو قسمیں ہیں عصبہ نسبی اور عصبہ سببی ۔:

ا: عصبہ نسبی

ان عصبات کو کہا جاتا ہے جو کہ میت کے نسبی رشتہ دار ہوں اس کے تین اقسام ہیں عصبہ بنفسہ ،عصبہ بغیرہ اور نمبر۳ عصبہ مع غیرہ ان کی وضاحت ملاحظہ ہو:

ا۔عصبہ بنفسہ

ان سے مراد وہ مرد ہیں جن کے رشتے جوڑنے میں کوئی عورت درمیان میں نہ آئے۔ بنابریں نانا، اولا د الام وغیرہ مـــــــــرد رشتہ دار عصبہ بنفسہ کے گروہ سے خارج

ہو گئے ۔ہاں حقیقی بھائی کے حوالے سے یہ اشکال نہ ہو کہ یہ بھی تو اپنی ماں کی اولاد ہیں کیونکہ وہ باب کی بھی اولاد ہیں اور باپ کی نسبت ماں سے زیادہ قوی ہے۔عصبہ بنفسہ کی دوسری تعریف اس طرح بھی کی جاسکتی ہے کہ جس مرد کی رشتہ داری یا تو بلا واسطہ ہو جیسے باپ، بیٹا یا بواسطہ مرد ہو جیسے دادا پوتا، بھائی چچا وغیرہ۔یہ چار اصناف پر مشتمل ہیں۔

ا۔ فرع میت : مثلاً بیٹے، پوتے۔پڑپوتے وغیرہ۔

۲۔اصل میت : جیسے باپ، دادا اور پردادا وغیرہ۔

۳۔فرع اصل قریب : جیسے بھائی، بھتیجے اور ان کی نرینہ اولاد جو کہ یہ سارے اصل قریب (یعنی باپ) کے فرع ہیں۔

۴۔فرع اصل بعید: جیسے چچا، چچا کے لڑکے اور ان کے لڑکے وغیرہ کہ یہ سارے اصل بعید یعنی دادا کے فروع ہیں۔

عصبہ بنفسہ کا حکم:

کسی میت کے ورثاء ذوی الفروض کے ساتھ اگر یہی لوگ ہیں، تو ان کا حکم یہ ہے ذوی الفروض کو اپنا اپنا حصہ دینے کے بعد عصبات میں سے قریب کی موجودگی میں بعید ساقط ہو جاتا ہے۔ترتیب وہی ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔چنانچہ جب میت کا بیٹا موجود ہے تو اس کے ہوتے ہوئے دوسرے سارے عصبہ وراثت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ہاں اگر باپ موجود ہے تو وہ فرضیت کی بنا پر صرف 1/6 کا حقدار ہے۔اگر بیٹا نہیں اور باپ موجود ہے تو ذوی الفروض سے بقایا مال سارا باپ ہی کا ہوگا۔صنف واحد (مثلاً بیٹے) اگر ایک سے زیادہ ہیں تو سارے برابر کے شریک ہوں گے۔

عصبہ بغیرہ:

یہ وہ عورتیں ہیں جو کہ ذوی الفروض میں سے ہیں (مثلاً بیٹیاں، پوتیاں، بہنیں وغیرہ) اور اپنے بھائیوں کے ساتھ جمع ہو جائیں وہ صرف چار ہیں بیٹی، پوتی، حقیقی بہن اور علاتی بہن۔ یہ وہی عورتیں ہیں کہ جن کے حصے نصف یا ثلثان تھے۔ ان کے علاوہ اور کوئی عصبہ بغیرہ نہیں ہے۔ اور جو عورتیں ذوی الفروض میں سے نہیں ہیں وہ عصبہ نہیں بن سکتی، جیسے پھوپھی چچا کے ساتھ عصبہ نہیں ہوتی، چنانچہ کسی میت کے ورثاء میں ماسوائے پھوپھیوں اور چچاؤں کے اور کوئی وارث نہیں تو عصبہ کے طور پر وراثت صرف چچاؤں کو ملے گی، پھوپھیاں اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ کے طور پر وراثت کے حقدار نہیں ہو سکتیں۔ عصبہ بغیرہ کا حکم یہ ہے کہ بھائی دو حصے لے گا اور بہن ایک حصہ۔ للذکر مثل حظ الانثیین یعنی ایک بھائی دو بہنوں کے برابر حصہ لے گا۔

عصبہ مع غیرہ:

وہ عورت ہے جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے اور یہ فقط دو ہیں حقیقی بہن اور علاتی بہن کہ یہ دونوں بیٹی یا پوتی کے ساتھ مل کر عصبہ مع الغیر بن جاتی ہیں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ یہ بھائی کے حکم میں ہو جاتی ہیں۔ حقیقی بہن حقیقی بھائی کی طرح علاتی بہن مثل علاتی بھائی ہے۔ چنانچہ یہ جب عصبہ بن جاتی ہے تو اس سے دو کام ہو جاتے ہیں:

(۱) ایک یہ کہ اسکی وجہ سے علاتی بہن بھائی ساقط ہو جاتے ہیں۔

(۲) دوسری بات یہ کہ اس سے بہنوں کی فرضیت ختم ہوجاتی ہے مگر بیٹیوں یا پوتیوں کی فرضیت عصبیت میں تبدیل نہیں ہوتی بلکہ ان بہنوں کا عصبہ مع الغیر ہونے کی صورت میں طریقہ یہ ہوتا ہے کہ بیٹی یا پوتی کو اپنا فرض حصہ دیا جائے گا، اور پھر ان سے جو بچے گا وہی عصبیت کے طور پر ان بہنوں کو مل جائے گا۔

عصبہ بالغیر اور مع الغیر میں فرق؟

دونوں میں فرق بالکل واضح ہے کہ عصبہ بالغیر کی صورت میں عصبیت میں دونوں شریک ہوتے ہیں یعنی بہنیں اگر اکیلی ہوتی تو فرض حصہ لے جاتی مگر جب ساتھ بھائی آ گیا تو بہن کی فرضیت ختم ہوکر عصبیت میں بھائی کے ساتھ 1:2 کے حساب سے شریک ہوجاتی ہیں، جبکہ مع الغیر میں بہنیں بیٹیوں یا پوتیو کے ساتھ وراثت میں شریک نہیں ہوتیں بلکہ بیٹیوں اور پوتیوں کو فرض حصہ دینے کے بعد جو حصہ بچے گا وہی بہنیں بطور عصبیت لیں گی۔

۲: عصبہ سببی

عصبہ سببی مولیٰ العتاقۃ کو کہا جاتا ہے۔ایک غلام تھا جسے کسی شخص نے آزاد کردیا تو یہ شخص اس غلام کا مولیٰ العتاقۃ کہلاتا ہے۔یہ چونکہ عصبات میں سے ہے لہٰذا عصبہ نسبی اگر موجود نہیں تو یہ لوگ ذوی الارحام سے مقدم ہیں۔اب اگر کسی کا مولیٰ العتاقۃ (یعنی معتق) نہیں ہے تو مولیٰ العتاقۃ کے عصبہ نسبی (علی الترتیب المذکور فی العصبات) وراثت کے مستحق ہوں گے۔

ذوی الفروض نسبی پر رد:

اگر کسی تقسیم وراثت میں ذوی الفروض کو انکے مقررہ حصے دینے کے بعد کچھ مال بچ جائے۔اور میت کے عصبات نسبی اور سببی میں سے بھی کوئی موجود نہ ہو۔تو یہی باقی ماندہ مال دوبارہ ذوی الفروض نسبی کو دیا جائے گا۔یہ نسبی کی قید اس لئے لگائی کہ غیر نسبی (جیسا کہ زوجین ہیں ،ان) پر رد نہیں ہوسکتا ۔چنانچہ ذوی الفروض کو اپنے حصوں کے بعد دوبارہ حصہ ملنے کو اصطلاح میں رد کہا جا تا ہے۔اس کا تفصیلی بیان آگے اپنے مقام پر آرہا ہے یہاں یہ بات صرف ذہن نشین کر لیجئے گا کہ ’’رد‘‘ ان ذوی الفروض پر ہوگا جو نسبی ہو جبکہ سببی (یعنی زوجین) پر رد نہیں ہوسکتا۔

فصل سوم:

دیگر ورثاء و مستحقین وغیرہ

(٦) ذوی الارحام:

اگر مذکورہ بالا مستحقین (انواع خمسہ) میں سے کوئی موجود نہ ہوتو پھر میراث ذوی الارحام کو ملے گی ۔ البتہ اصحاب الفرائض میں اگر فقط زوجین میں سے کوئی ہے تو اس کا حصہ دیکر جو مال بچے گا وہ ذوی الارحام کوعصبات نہ ہونے کی صورت میں مل جائے گا۔ان کی پوری تفصیل آگے باب نمبر۴ میں آرہی ہے یہاں محض ترتیب ارث کی وجہ سے مختصر تذکرہ کیا گیا۔

سوال: ذوی الارحام کون لوگ ہیں؟

جواب: رحم، بچہ دانی، مطلقاً رشتہ داری۔ذوالرحم رشتہ دار خواہ باپ کی جانب سے ہوں یا ماں کی جانب سے۔اصطلاح میں ذوی الفروض اور عصبات کے علاوہ باقی نسبی رشتہ دار ذوی الارحام کہلاتے ہیں جیسے نواسا، نواسی، بھتیجی، بھانجہ، پھوپھی۔خالہ ماموں وغیرہ۔

(٧) مولی الموالات:

اگر مذکورہ بالا حضرات میں سے کوئی بھی موجود نہ ہوتو پھر مولی الموالات کو اس کی میراث ملے گی اور مولی الموالات اس شخص کو کہتے ہیں جسکے ساتھ عقد موالات کیا جائے ۔مثلاً ایک مجہول النسب شخص تھا جس نے کسی شخص سے یہ معاہدہ کیا کہ تم میرے مولیٰ

ہو، میرے مرنے کے بعد میرے مال کے حقدار تم ہو۔ اور اگر مجھ سے کوئی ایسی جنایت سرزد ہو جائے جس سے دیت واجب ہو جاتی ہو تو اس کی ادائیگی آپ کے ذمہ ہو گی، لہٰذا اسی معاہدہ کو اصطلاح میں مولی الموالات کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی دوران اگر یہ مجہول النسب شخص مر جائے اور مستحقین مذکورہ (اصناف ستہ) میں سے کوئی موجود نہ ہو تو اسی مولی الموالات کو اس کا ترکہ ملے گا۔ نیز اگر زوجین میں سے کوئی ہو تو اس کو صرف اپنا حصہ ملے گا۔

(۸) مقرلہ بالنسب علے الغیر :

اگر مذکورہ مستحقین میں سے کوئی موجود نہ ہو تو پھر مقرلہ بالنسب علے الغیر وراثت کا مستحق ہو گا۔ اور مقرلہ بانسب علے الغیر اس شخص کو کہا جاتا ہے۔ جسکے بارے میں میت نے حالت حیات میں ایسے رشتے کا اقرار کیا ہو جو کہ صرف اسکے اقرار سے ثابت نہ ہو سکے جب تک ایک اور شخص کا اقرار نہ پایا جائے جس کے نسب میں یہ اجنبی شخص داخل ہو رہا ہو۔ دوسرا شرط یہ کہ میت وقت وفات تک اپنے اقرار پر قائم ہو۔

مثلاً میت نے حالت حیات میں زید کے بارے میں کہا تھا کہ یہ میرا بھائی ہے یا مثلاً کہا کہ چچا ہے۔ اب محض اس اقرار سے کوئی شخص کسی کا بھائی یا چچا نہیں بن سکتا جب تک اس مقرلہ (یعنی زید) کے بارے میں مقِر (یعنی میت) کا باپ یا دادا یہ اقرار نہ کریں کہ یہ ہمارا بیٹا ہے۔ چنانچہ باپ دادا کے اقرارِ بنوّت سے ہی زید (یعنی مقرلہ) میت (یعنی مقر) کا بھائی یا چچا بن سکتا ہے۔ لھٰذا زید کے لئے میت کے (حالتِ حیات میں) اقرار کے لئے باپ یا دادا کا اقرار ضروری تھا، تب میت کے اقرار سے یہ شخص

باپ یا دادا کے نسب میں داخل ہوسکتا تھا۔جبکہ یہاں دیگر ورثاء کی طرح باپ دادا بھی موجود نہیں جس کی وجہ سے ان کی طرف سے اقرار کا وجود ناممکن ہے۔

چنانچہ ایسی صورت حال میں وہ شخص (یعنی مقرلہ) میت کا وارث بن سکے گا مگر چونکہ (میت کی طرف سے اس شخص کے لئے) اس اقرار کی قوت نہایت کمزور ہے، کیونکہ اس کے ساتھ باپ داد کا اقرار نہیں۔لہٰذا اسے آٹھواں درجہ دیا گیا کہ جب پہلے مذکور ساتوں قسم کے ورثا نہ پائے جائیں تو اسے وراثت کا مستحق سمجھا جائے گا۔

(۹) موصیٰ لہ بجمیع المال:

اگر مذکورہ بالا مستحقین میں سے کوئی بھی نہ ہو۔تو ترکہ کا مستحق وہ شخص ہوگا۔جس کے لئے میت حالت حیات میں نے کل مال کی وصیت کی ہو، کیونکہ ۳/۱ حصہ تو موصی لہ کو مل گیا۔ مگر اب باقی حصے یعنی ثلثین کا کوئی وارث نہیں۔لھذا یہ باقی بھی اسی کو دیا جائے جائیگا۔

(۱۰) بیت المال:

اگر مذکورہ لوگوں میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو ترکہ بیت المال یعنی حکومت اسلامی کے خزانہ میں جمع کر دیا جائے گا۔ جہاں سے یہ عام مسلمانوں کی رفاہ عامہ میں خرچ ہو جائے گا۔

سوال: محروم ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: محروم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو وراثت میں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

ا۔ وہ شخص جو کہ میت کو کسی واسطہ سے منسوب ہو، تو اس واسطہ کے ہوتے ہوئے وہ شخص

وراثت سے محروم ہوگا۔ مثلاً باپ کے واسطے سے دادا کی نسبت، چنانچہ باپ کے ہوتے ہوئے دادا وراثت نہیں لے سکتا، سوائے اولاد الام کے، کہ یہ لوگ والدہ کے ہوتے ہوئے بھی محروم نہیں ہوتے۔

۲۔ دوسرا سبب قربت ہے۔ اس کا اطلاق عصبات میں ہوتا ہے یعنی اقرب العصبات کی وجہ سے دور والا عصبہ محروم ہو جاتا ہے۔ مثلاً بھائی اور بیٹا دونوں عصبات ہیں، مگر بھائی بیٹے کی بنسبت دور کا عصبہ ہے۔ چنانچہ بیٹے کی موجودگی میں میت کا بھائی وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔

۳۔ یا جس میں موانع الارث میں سے کوئی سبب پایا جائے، وہ وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔

حجب کا بیان

اس کا لغوی معنیٰ ہے رکاوٹ بننا اور میراث سے محروم کرنا یہ ذوی الفروض اور عصبات اور ذوی الارحام میں عام ہوتے ہیں، اس کا اصطلاحی معنی مندرجہ ذیل ہے:

''کسی معین شخص کا دوسرے شخص کی وجہ سے کل میراث سے یا بعض سے محروم ہو جانا''

یہاں محروم ہونے والے کو ''محجوب'' اور محروم کرنے والے کو ''حاجب'' کہتے ہیں۔

سوال: ممنوع کو وراثت نہیں ملتی اور محجوب بھی اپنا حصہ میراث سے نہیں پاتا۔ یعنی دونوں وراثت سے محروم ہوتے ہیں۔ تو دونوں کے درمیان فرق کیا ہے۔۔؟

جواب: ممنوع وہ شخص ہے جسکو میراث نہ ملنے کا باعث کوئی ایسا سبب ہو جو اسکی ذات میں موجود ہو۔ مثلاً کسی کا غلام ہونا قاتل ہونا وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ محجوب وہ شخص ہے کہ میراث نہ ملنے یا کم ملنے کا باعث وہ خود نہ بن رہا ہو بلکہ کوئی دوسرا شخص (وارث)

درمیان میں حائل ہو جاتا ہے جسکی وجہ سے یہ میراث نہیں پا سکتا ہے یا اس کا حصہ کم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حاجب کی غیر موجودگی میں مجحوب، مجحوب نہیں رہتا بلکہ وارث ہوتا ہے۔

حجب کی قسمیں:

حجب کی دو قسمیں ہیں۔

(ا) حجب نقصان:

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی وارث کے حصہ میں کمی ہو جائے۔ وہ افراد جن کے حصوں میں حجب نقصان کی وجہ سے کمی آتی ہے، پانچ ہیں۔

نمبر	وارث	پہلی حالت	دوسری حالت
ا	شوہر	بیوی کی اولاد نہ ہو تو شوہر کا حصہ 1/2	اولاد ہو تو 1/4
۲	بیوی	شوہر کی اولاد نہ ہو تو بیوی کا حصہ 1/4	اولاد ہو تو 1/8
۳	ماں	بیٹے، پوتے اور 2 (دو) بہن بھائیوں اور احدالزوجین کی عدم موجودگی میں ماں کا حصہ کل کا 1/3	جبکہ احدالزوجین کے ساتھ ما بقی کا 1/3 ورنہ کل کا 1/6
۴	پوتی	پوتی اکیلی ہو تو اس کا حصہ نصف	مگر بیٹی کی وجہ سے سدس ہو جاتا ہے۔
۵	علاتی بہن	اکیلی ہو تو نصف	ساتھ ایک حقیقی بہن ہو ،تو 1/6 ہو جاتا ہے۔

(۲) حجب حرمان:

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کی موجودگی کی وجہ سے دوسرا شخص وراثت سے مکمل طور پر محروم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ محروم ہونے والے کو ''محجوب'' اور محروم کرنے والے کو ''حاجب'' کہتے ہیں۔ اس قسم کے ورثاء دو اصول پر مبنی ہیں۔

پہلا اصول:

پہلا اصول یہ کہ جو شخص کی جانب کسی دوسرے شخص کے واسطہ سے منسوب ہوتا ہے، تو یہ اس شخص کی موجودگی میں وارث نہ ہوگا علاوہ اولا دام کے کہ وہ ماں کے ہوتے ہوئے بھی وارث ہوتے ہیں۔ مثلاً دادی سدس کی حقدار ہے۔ مگر ماں کی موجودگی کی میں دادی، نانی وغیرہ جیسے اصول محروم ہو جاتے ہیں۔

دوسرا اصول:

دوسرا اقرب فالاقرب والا قاعدہ ہے، جیسا کہ عصبات کے بیان میں گزر چکا ہے۔ مثلاً بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم ہو جاتا ہے۔

سوال:

محجوب یا ممنوع جو خود تو (محروم ہوکر) میراث نہ لے سکے، مگر کیا یہ لوگ دوسرے ورثاء کیلئے حاجب بن سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:

ممنوع احناف کے نزدیک حاجب نہیں بن سکتا البتہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک یہ حجب نقصان کے ساتھ حاجب بنتا ہے۔ جیسے کافر، قاتل اور غلام۔ مثلاً کسی

شخص کا انتقال ہوا اور اس کا کوئی کافر بیٹا (معاذ اللہ) موجود ہے تو بیٹا محروم ہے مگر اس بیٹے کی وجہ سے میت کا کوئی وارث محروم نہ ہوگا بلکہ اس بیٹے کو کالعدم شمار کر کے میراث اگلے عصبہ میں تقسیم کی جائے گی۔ اور محجوب بالاتفاق حاجب بنتا ہے جیسے دو یا اس سے زیادہ بہن بھائی جس جہت سے بھی ہوں باپ کے ساتھ وارث نہیں ہوتے لیکن ماں کے لئے حاجب بن کر اس کو ثلث سے سدس کی جانب پھیر دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

باب سوم

(مسئلہ بنانے کا طریقہ)

تصحیح مسئلہ

فصل اوّل: اصول کتاب

فصل دوم: ورثاء کی مختلف صورتیں

فصل سوم: " عول " کا بیان

فصل چہارم: " رد " کا بیان

فصل پنجم: مقاسمۃ الجد

فصل ششم: مناسخہ کا مسئلہ

فصل اوّل

اصول کتاب

یہاں تک ہر طالب علم تمام مسائل نہایت آسانی سے ازبر یاد کر کے پہنچ جاتا ہے، مگر آگے معرفت المخارج وحصص اور تصحیح مسئلہ، پھر کسر کی صورت میں مسئلہ کی تصحیح پھر اس کے بعد رد اور عول کی پیچیدگیاں اور پھر ان سب کو بھلا دینے والا باب المناسخہ پھر ترکہ کی تقسیم وغیرہ وغیرہ۔ علم میراث کی صحیح سمجھ آنا یا نہ آنا اس جگہ سے شروع ہو جاتا ہے۔ عام طور پر طلباء کیلئے یہ ابحاث مشکل ہو جاتے ہیں، صرف باہمت اور باذوق طلباء ہی ان گھاٹیوں کو عبور کر کے منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔ باقی نارمل ذہن کے افراد علم المیراث میں مہارت حاصل کرنے کی بجائے مایوسی کے شکار ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ ہم یہاں تک تمام مسائل سراجی کی ترتیب ونہج پر ذکر کر آئے، مگر جیسا کہ ابتدائی صفحات میں قارئین کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا عصری ریاضی کی مدد سے یہاں آسانی کی خاطر طریقہ کار یکسر تبدیل کیا گیا ہے۔ اس مرحلے کا تعلق چونکہ محض کسی وارث کے حصے کے استخراج وتعیین کے ساتھ ہے اور یہ شرعی نہیں بلکہ ایک فنی معاملہ ہے، چنانچہ باوجود اجنبی ہونے اس طریقے کے، ہم نے اسی کو اختیار کرنا مناسب سمجھا بنسبت سراجی وغیرہ کے طریقہ تخریج کے۔ اس جدت کی وضاحت ہم مقدمہ میں تفصیل کیساتھ قارئین کے سامنے عرض کر چکے ہیں۔ پہلے چند اصولی باتیں ملاحظہ فرمائیے۔

اعشاری نظام:

چونکہ یہ نظام اعشاری نظام ہے اور اس نظام میں عدد ''1'' ہی کو تقسیم کر کے اس سے مطلوبہ حصے دئے جا سکتے ہیں کیونکہ اس میں ''1'' کو 10، 100 اور ہزار بلکہ کروڑں حصوں میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔ لھذا اس نظام کے تحت کسی وارث کا حصہ نکالنے کیلئے اسی ''1'' میں سے مطلوبہ حصہ نکالنا ہوتا ہے۔

فائدہ: اس کا فائدہ یہ ہے کہ وارث کا حصہ نکالنے کے بعد میت کا ترکہ تمام ورثاء پر نہایت آسانی کیساتھ تقسیم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ طریقہ کار اس کا یہ ہوگا کہ ہر وارث کے حاصل شدہ حصے کو کل ترکہ میں ضرب دیا جائے، قاعدہ مندرجہ ذیل ہے:

کل ترکہ میں وارث کا حصہ = مسئلہ میں وارث کا حصہ x کل ترکہ

سراجی کا انداز:

اس بابِ تصحیح میں سراجی میں مسئلہ بنانے سے پہلے چند اصولوں کو کا تذکرہ کیا گیا ہے۔
پھر تصحیح مسئلہ کو چند صورتوں پر مشتمل کر کے شروع کیا ہے جو یہ ہیں:
پہلی صورت یہ کہ جب ورثاء صرف عصبات ہوں دوسری یہ کہ صرف ذوی الفروض ہوں تیسری یہ کہ (ذوی الفروض اور عصبات) دونوں موجود ہوں۔ چوتھی یہ کہ ذوی الفروض ایک ہو چاہے جس نوع سے متعلق ہو۔ پانچواں یہ کہ ذوی الفروض متعدد یعنی ایک سے زیادہ ہوں اگرچہ نوع واحد سے متعلق ہوں یا انواع مختلفہ۔ پھر ان میں بعض صورتوں میں ''عول'' اور ''رد'' کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔

ہمارا طریقہ کار:

لیکن ہمارا طریقہ کار نہایت آسان اور عام فہم ہے۔ دو، تین فارمولوں پر بس مشتمل ہے اور ان تمام ابحاث سے ان شاء اللہ الرحمٰن بہت احسن اور سلیس انداز میں گزر جاتا ہے۔ جہاں تک تصحیح میں صورتوں کی بات ہے تو ہم نے یہاں صرف تین صورتیں بنائی ہیں۔

نمبر (۱)　　جب ورثاء میت صرف عصبات ہوں۔

نمبر (۲)　　ذوی الفروض اور ساتھ عصبات بھی ہوں۔ چاہے ذوی الفروض ایک ہو یا متعدد ہوں پھر نوع اول سے تعلق رکھتا ہو یا دونوں سے تعلق رکھتا ہو۔ پھر اس کے اندر نصف ربع، ثمن، ثلثان، ثلث اور سدس چاہے آپس میں کس طرح خلط ملط ہو جائے ایک ہی طریقہ ہے۔

نمبر (۳)　　چونکہ ان میں بعض صورتوں میں ''عول'' اور ''رد'' کی ضرورت پڑتی ہے لٰھذا نمبر ۳ صورت ''عول'' اور ''رد'' کی ہے۔

مسئلہ لکھنے کا طریقہ

آیئے اللہ کا نام لے کر پہلی صورت سے شروع کرتے ہیں۔ مگر شروع کرنے سے پہلے تصحیح مسئلہ کے لئے چند بنیادی قواعد وضوابط کا تذکرہ ضروری ہے جن پر آئندہ آنے والے میراث کے تمام مسائل کی بنا قائم ہے۔ لہٰذا ان قواعد کا ہر صورت میں یاد کرنا کتاب ہٰذا کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔

(۱)　　لمبی لکیر کے اوپر میت کا نام اور نیچے ہر وارث اور اس کے نیچے اس کا شرعی حصہ

تحریر کریں۔

(۲) کلکولیٹر کے ذریعے بٹے ختم کر کے اعشاریوں میں وارث کا حصہ نکل آئے گا، اعشاریہ (.) سے آگے کم از کم چار ہندسے لکھنا ہے۔ اور اگر چوتھا ہندسہ 5 سے زیادہ ہے تو پچھلا ہندسے کو بڑھا کر 3 ہندسوں پر اکتفاء کیا جا سکتا ہے۔

مثلاً:

اسلم

میت

زوجہ	بیٹی	عم
1/8	1/2	بقایا
(0.125)	(0.5)	(0.375)

(۳) ذوی الفروض کے کل حصص جمع کر لیا جائے، اسی کا نام ''مجموعہ حصص'' رکھیں۔

مثلاً صورت مذکورہ میں: 0.125 + 0.5 = **0.625**

(۴) دیکھئے اگر مجموعہ ''1'' سے کم ہے، جیسا کہ صورت بالا میں ہے، تو یہ دو قسم پر ہے:

(i)......اگر عصبہ بھی موجود ہے، تو مجموعہ حصص کو 1 سے منفی کر کے بقایا عصبہ کو دے دیا جائے۔ جیسا کہ صورت مذکور میں عم (چچا) کی موجودگی میں بقایا اسی کو دیا گیا ہے۔

(ii)......اور اگر ورثا میں عصبہ کوئی نہیں، تو سمجھ لو کہ ''مسئلہ ردیہ'' ہے۔، اس کا بیان آگے آرہا ہے۔

(۵) اگر مجموعہ ''1'' سے زائد ہے تو سمجھ لو کہ مسئلہ ''عائلہ'' ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل صورت میں آیا ہے۔

مجموعہ حصص: 0.167+0.667+0.5 = **1.334**

چونکہ یہ مجموعہ 1 سے زیادہ ہے، چنانچہ اس مسئلے کا تعلق ''عول'' کے ساتھ ہے، اس کا بیان بھی اگلے صفحات میں آرہا ہے۔

(٦) اور اگر مجموعہ حصص پورے ''1'' کے برابر ہے، تو مسئلہ صحیح ہے۔ چنانچہ اب ترکہ تقسیم کردیا جائے۔ جیسا کہ ذیل کی صورت میں آیا ہے:

مجموعہ حصص: 0.1667+0.1667+0.6666 = 1

(٧) تقسیم ترکہ کا طریقہ یہ ہے کہ ہر وارث کے حصے کو کل ترکہ میں ضرب دیں گے تو (ترکہ میں) وارث کا مطلوبہ حصہ نکل آئے گا اس کا فارمولہ مندرجہ ذیل ہے:

ترکہ میں وارث کا حصہ = کل ترکہ × وارث کا حصہ مسئلہ میں

نوٹ: جس صورت میں ماں کے لئے ''احدالزوجین کے بعد ثلث'' مقرر ہو اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں بنتی ہیں۔ لہٰذا آسانی کے خاطر ان کو اسی طرح یاد کرلیں:

(۱) **میت**

زوجہ	ماں	باپ
0.25	0.25	0.50

(۲) **میت**

زوج	ماں	باپ
0.5	0.1667	0.3333

پہلی صورت میں زوجہ کے بعد بقایا حصہ 0.75 تھا لہٰذا ماں کو اس کا تیسرا (0.25) مل گیا۔

دوسری صورت میں زوج کے بعد بقایا 0.5 تھا لہٰذا ماں کو اس کا تیسرا (0.1667) مل گیا۔

اصول کا خلاصہ

مذکورہ بالا اصول کا خلاصہ یہ ہے،

(۱) لمبی لکیر کھینچے۔

(۲) کلکولیٹر کے ذریعے بٹے ختم کریں۔

(۳) ''مجموعہ حصص'' معلوم کریں۔

(۴) ''1'' کے برابر ہے، تو مسئلہ ''صحیح'' ہے۔

(۵) مجموعہ ''1'' سے زیادہ ہے تو مسئلہ ''عائلہ'' ہے

(۶) اگر مجموعہ ''1'' سے کم ہے، اگر عصبہ نہیں، تو ''ردیہ'' ہے۔

☆ .... ورنہ عصبہ کے ہوتے ہوئے بقیہ ان کو دیں۔

(ے) تقسیم ترکہ کا فارمولہ مندرجہ ذیل ہے:

ترکہ میں وارث کا حصہ = کل ترکہ × وارث کا حصہ مسئلہ میں

یہی چند اصول وضوابط ہیں جنہیں ذہن نشین کرتے ہوئے میراث کا مشکل سے مشکل ترین مسئلہ ان شاء اللہ تعالیٰ نہایت آسانی سے حل کیا جا سکتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ یہاں ان اصول کے علاوہ کسی قسم کی نسبت۔ تباین، توافق اور تداخل وغیرہ یاد کرنے کی بالکل ضرورت نہیں۔ اسی طرح تصحیح میں رؤوس وغیرہ کا اصل مسئلے میں ضرب دینا پھر خاص کر ''مناسخہ'' میں مافی الید کے بعد تصحیح ثانی اور مافی الید میں نسبتیں تلاش کر کے اصل تصحیح اول میں ضرب دینا پھر مضروب کا ہر وارث کے حصوں میں ضرب دینے کے بعد کہیں جا کر اصل مسئلہ ''ہزاروں'' میں نکل آنا وغیرہ وغیرہ جیسے مشکل ترین صورتوں سے یہاں نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ مزید یہ کہ یہاں زمین کے چند مرلوں سے لے کر کروڑوں، اربوں، کھربوں جتنی مالیت کے ترکے کو آپ سیکنڈوں میں تقسیم کر پائیں گے۔ پھر دلچسپی کی بات یہ ہے کہ یہاں مسئلہ حل کرنے کے بعد آپ علمی طور پر کوئی تشنگی، کمی یا کسی قسم کی تشویش وابہام نہیں محسوس کریں گے، جیسا کہ خالص جدید کمپیوٹر پروگرامز میں پایا جاتا ہے بلکہ ان شاء اللہ تعالیٰ بہترین شرح صدر کے ساتھ آپ بالکل سراجی کے طرز پر مسئلے کو نہ صرف یہ کہ حل کرتے جائیں گے بلکہ اس کے بعد ترکہ کو بھی پیچیدہ سے پیچیدہ صورتوں میں نہایت آسانی کے ساتھ ہر وارث کو دیتے چلے جائیں گے۔ اللہ کریم ہمیں ہر مسئلے میں خطاؤں اور غلطیوں سے محفوظ فرمائے. آمین!

فصل دوم:

تصحیح میں ورثاء کی مختلف صورتیں

یہ باب نمبر۳ کی دوسری فصل ہے جس کا تعلق ہے ''تصحیح مسئلہ'' یا ''مسئلہ کی مختلف صورتوں'' کے ساتھ۔ یہ بات محتاج بیان نہیں کہ ورثاء کبھی صرف عصبات کی صورت میں آجائیں، کبھی صرف ذوی الفروض آجائیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں قسم کے ورثاء موجود ہوں ۔اسی طرح کبھی ذوی الفروض بھی ایک نوع کے تو کبھی دونوں کے اسی طرح کبھی الگ الگ اور کبھی مخلوط بھی آجاتے ہیں، چنانچہ ورثاء کی اس بے شمار صورتوں کو یکجا کر کے ہم نے ان کی صرف تین صورتیں بنائی ہیں۔

(ا) ورثاء جب صرف عصبات ہوں:

پہلی قسم یہ کہ ورثاء میں والدین ، بچیاں، زوجہ وغیرہ کچھ بھی نہ ہو بلکہ سب کے سب عصبات رہ گئے ہوں ۔ایسی صورت حال میں صرف عصبات ہی اس کے وارث قرار پائیں گے۔اب ان میں مزید دو قسمیں بنتی ہیں: ایک یہ کہ سب عصبہ ہوں اور سب کے حصے بھی برابر ہوں مثلاً ایک میت کے صرف چند بھائی ہی وارث ہیں ۔دوسری صورت یہ کہ ان میں مختلف نسبتیں پائی جاتی ہیں مثلاً کسی میت کے بہن بھائی دونوں رہ گئے۔

☆...... جو حصہ میں سب برابر ہوں:

اگر جملہ عصبات حصوں میں برابر ہیں، تو ''1 تقسیم کل تعداد'' سے ہر وارث کا حصہ

آ جائے گا۔ یا اس طرح کہ ترکہ کو کل ورثاء پر برابر تقسیم کریں۔ مثلاً:

مثال نمبر 1: اسلم صرف پانچ حقیقی بھائی چھوڑ کر فوت ہوا۔ کل ترکہ ایک لکھ روپے ہے۔ چونکہ ورثاء کی کل تعداد 5 ہے۔ لہٰذا ''1 تقسیم 5'' کا عمل کرکے ہر بھائی کا حصہ آ جائے گا۔

میت اسلم

اخ	اخ	اخ	اخ	اخ
1/5	1/5	1/5	1/5	1/5
0.2	0.2	0.2	0.2	0.2

تقسیم ترکہ: **ہر بھائی کا حصہ:** مسئلہ میں حصہ x کل ترکہ

20,000=100000x0.2 : روپے

آپ کلکولیٹر کے ذریعے ان کو ضرب دیں گے تو یہی جواب آ جائے گا۔

☆......جن میں کوئی نسبت پائی جاتی ہو:

یعنی سب ورثاء کا حصہ برابر نہیں بلکہ ان کے درمیان تناسب ہوگا چنانچہ ایسی صورت حال میں سب حصوں کو کم ترین مقدار کے حساب سے بنا دیں، تاکہ سب کو شامل ہوں۔ مثلاً عصبات میں 2:1 ہی آتا ہے، یعنی بھائی کو 2 اور بہن کو 1 حصہ ملے گا تو یہاں چاہئے کہ کل حصے 1 کے حساب سے بنائے جائیں۔ پھر بھائی کو بہن سے دگنا دئے جائیں گے۔ مثال ملاحظہ ہو:

مثال نمبر 2: اسلم تین حقیقی بھائی اور تین حقیقی بہنیں چھوڑ کر فوت ہوا جبکہ ترکہ نوے ہزار روپے ہے۔ اس صورت میں بھائی کو 2 اور بہن کو 1 حصہ دینے کے اعتبار سے بہن کا نواں حصہ بنتا ہے گویا کہ ورثاء کی کل تعداد 9 بن گئی۔ لہٰذا ''1 تقسیم 9'' کا عمل کرکے ہر بہن کا حصہ نکل آئے گا۔ پھر بھائی کو دگنا یعنی 2/9 حصہ مل جائے گا۔

ہر بھائی کا حصہ : 0.2222 یا **22.22 %**

ہر بہن کا حصہ : 0.1111 یا **11.11 %**

تقسیم ترکہ:

ہر بھائی کا حصہ: 0.2222×کل ترکہ: ؟

20000 روپے = 90,000x0.2222

ہر بہن کا حصہ: 0.1111×کل ترکہ: ؟

10000 روپے = 90000x0.1111

فیصدی حصہ : اگر ترکہ نہیں معلوم تو 100 میں ضرب دے کر فیصدی حصہ نکل آئے گا جیسا کہ اوپر کیا گیا ہے۔

(۲) عصبات اور ذوی الفروض دونوں:

جب ورثاء میں عصبات اور ذوی الفروض دونوں آجائیں تو ان کے درمیان کسی نسبت(۱) یا کسی نوع کا لحاظ کیے بغیر سب کے لئے مندرجہ ذیل طریقہ اختیار کریں:

(۱) سب سے پہلے اصحاب الفروض کا حصہ اعشاریوں میں نکالیں۔

(۲) پھر مجموعہ حصص معلوم کرکے ''1'' سے منفی کریں۔

(۳) ''1'' سے منفی کرکے بقایا حصہ عصبہ میں تقسیم کریں۔

(۳) آگے تقسیم ترکہ کا طریقہ یہ ہوگا:

وارث کا حصہ ترکہ میں: ''وارث کا حاصل شدہ حصہ × کل ترکہ''

(۴) اگر ترکہ نہیں معلوم، تو **100** میں ضرب دے کر **فیصدی** حصہ آجائے گا۔

نوٹ: ہمارے ہاں کسی نوع وغیرہ کی کوئی پابندی نہیں سب کے لئے یہی دو تین اصولی باتیں یاد کرنا کافی ہیں مگر یہاں سمجھانے کے لئے الگ الگ ذکر کئے جارہے ہیں

☆......نوع واحد کی مثالیں:

یعنی عصبات کے ساتھ ذوی الفروض کا صرف ایک نوع ہو۔ یاد رہے جب ذوی الفروض کی تعداد ایک سے زیادہ نہ ہوں تو عصبہ کا حصہ معلوم کرنے کے لئے ''مجموعہ

---

(۱) جیسا کہ سراجی وغیرہ میں کسر کی صورت میں رؤوس وسہام کے درمیان، یا پھر اگر کسر ایک سے زیادہ گروہوں پر آیا ہو تو پھر ان رؤس کے درمیان، نسبتوں کو دیکھا جاتا ہے۔ موافقت کی صورت میں وفق عدد رؤس اور تباین کی صورت میں کل رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دینا پڑتا ہے۔

حصص''، معلوم کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ فوراً 1 سے صاحب فرض کا حصہ منفی کر کے بقایا عصبہ نکل آئے گا۔ مثالیں اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو:

مثال نمبر(۱) سلمہ ایک شوہر اور ایک بیٹا چھوڑ کر فوت ہوگئی۔ اگر ترکہ کی مقدار بیس ہزار روپے ہے تو ہر وارث کو کتنا حصہ ملے گا؟

میت سلمہ

	شوہر	بیٹا
اصل حصے	1/4 (0.25)	بقایا (0.75) ۱
فیصدی حصے ۲	**25%**	**75%**

تقسیم ترکہ: ترکہ میں واث کا حصہ: اصل حصہ×کل ترکہ

چنانچہ: زوج کا حصہ = 0.25×کل ترکہ

= 20000x0.25 = **5000** روپے

بیٹے کا حصہ = 20,000x0.75=**15,000**روپے

---

۱ عصبہ بیٹے کا حصہ = 0.25 -1 = **0.75**

۲ فیصدی حصہ معلوم کرنے کے لئے ہر حصے کو 100 میں ضرب دیا گیا ہے۔

مثال نمبر(2): زید ایک بیوی ایک بیٹا چھوڑ کر فوت ہوا؟ اگر ترکہ 20000 روپے ہے تو ہر وارث کا حصہ کیا ہوگا؟

میت زید

	بیوی	بیٹا
اصل حصے	(1/8)	بقایا
	0.125	0.875 ؎۱
فیصدی حصے ؎۲	**12.5%**	**87.5%**

مثال نمبر(3)

زید والدہ اور ایک حقیقی بھائی چھوڑ کر فوت ہوا۔ اگر ترکہ ساٹھ ہزار روپے ہے، تو ہر وارث کو کتنا حصہ ملے گا؟

میت زید

	ماں	حقیقی بھائی
اصل حصے	1/3	باقی
	(0.334)	(0.666)
فیصدی حصے	33.4%	66.6%

؎۱ عصبہ بیٹے کا حصہ = 0.125 -1 = **0.875**

؎۲ فیصدی حصہ معلوم کرنے کے لئے ہر حصے کو 100 میں ضرب دیا گیا ہے۔

☆......انواع مختلفہ کی مثالیں:

جیسا کہ پہلے بھی ہم نے عرض کیا تھا کہ اس طریقہ کار میں نوع واحد یا انواع مختلفہ وغیرہ کا کوئی فرق نہیں یہ صرف قارئین کی دلچسپی کے لئے الگ الگ ذکر کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

نوٹ: ایک بات کا خیال رکھا جائے کہ یہاں عصبہ کا حصہ معلوم کرنے کے لئے ذوی الفروض کے حصے جمع کر کے ''مجموعہ حصص'' معلوم کیا جائے، پھر اسے ''1'' سے منفی کریں

مجموعہ حصص -1 = عصبہ کا حصہ

مثال نمبر (1)

اسلم ایک بیوی، ایک بیٹی اور ایک حقیقی چچا چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ اگر کل ترکہ کی مقدار ایک لاکھ روپے ہے، تو ہر وارث کا حصہ معلوم کریں؟

میت اسلم

	بیوی	بیٹی	چچا [1]
اصل حصے:	1/8	1/2	عصبہ (بقایا)
	0.125	0.5	**0.375**
فیصدی حصے:	12.5%	50%	37.5%

---

[1] چچا عصبہ کا حصہ = مجموعہ حصص -1 پس

مجموعہ حصص = 0.5+0.1250 = **0.625** لہٰذا چچا کا حصہ = 1-0.625=**0.375**

تقسیم ترکہ :

ترکہ میں وارث کا حصہ = مسئلے میں وارث کا حصہ x کل ترکہ

چنانچہ، بیوی کا حصہ =100000x0.1235= **12500** روپے

بیٹی کا حصہ = 0.5 x 100000 = **50000** روپے

چچا کا حصہ = 100000x0.375 = **37500** روپے

پڑتال: 12500+50000+37500=**100000** روپے

مثال نمبر(2) گل بالی دو بیٹیاں، والدہ ایک، بھائی اور ایک چچا چھوڑ کر فوت ہوا، اگر کل ترکہ کی مقدار ایک لاکھ بیس ہزار روپے ہے، تو ہر وارث کا حصہ معلوم کریں؟

گل بالی

میت

	۲ بیٹیاں	ماں	بھائی [1]	چچا
اصل حصے	2/3	1/6	عصبہ (بقایا)	محروم
	(0.6666)	(0.1667)	(0.1667)	X
فیصدی	66.66%	16.67%	16.67%	

---

[1]

عصبہ کا حصہ: مجموعہ حصص-1 چنانچہ، مجموعہ حصص: 0.6666 + 0.1667 = **0.833**

عصبہ بھائی کا حصہ : 1 - 0.833 = **0.167**

تقسیمِ ترکہ:

2 بیٹیوں کا حصہ = 120000x0.666 = **79920** روپے

ماں کا حصہ = 120000x0.167 = **20040** روپے

بھائی کا حصہ =120000x0.167 = **20040** روپے

پڑتال : 39960+39960+20040+20040 = **120000** روپے

مثال نمبر (3) (جس میں پوتی محروم ہے)

مسماۃ شکیلہ، زوج، والدہ، دو بیٹیاں اور ایک پوتی چھوڑ کر فوت ہوگئی۔ اگر کل ترکہ کی مقدار ایک لاکھ روپے ہو، تو ہر وارث کو کتنا حصہ ملے گا؟

میت شکیلہ

	شوہر	دو بیٹیاں	ماں	پوتی
اصل حصے	1/4	2/3	1/6	محروم [1]
	0.25	0.6666	0.1666	X

مجموعہ حصص: 0.1667+0.6667+0.25 = **1.0834**

چونکہ یہاں مجموعہ حصص "1" سے زیادہ ہے لہٰذا یہ مسئلہ عائلہ ہے، چنانچہ ص ۹۳ پر عول کے باب میں ملاحظہ فرما کر اس مثال کو خود حل کریں۔

---

[1] حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ ہو:

مثال نمبر(4) (جس میں ایک بیٹی کی وجہ سے پوتیاں سدس لے رہی ہیں)

مسماۃ شکیلہ، زوج، والدہ، ایک بیٹی اور دو پوتیاں چھوڑ کر فوت ہوگئی۔ اگر کل ترکہ کی مقدار ایک لاکھ روپے ہو، تو ہر وارث کو کتنا حصہ ملے گا؟

میت ــــ شکیلہ

	شوہر	بیٹی	ماں	دو پوتیاں [1]
اصل حصے	1/4	1/2	1/6	1/6
	0.25	0.5	0.1667	0.1667

مجموعہ حصص: 0.1667+0.1667+0.5+0.25 = **1.0834**

چونکہ یہاں بھی مجموعہ حصص "1" سے زیادہ ہے لہٰذا یہ مسئلہ عائلہ ہے، چنانچہ ص ۹۳ پر عول کے باب میں ملاحظہ فرما کر اس مثال کو خود حل کریں۔

(پچھلے صفحے کا حاشیہ) پوتی محروم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ زنانہ اولاد کا کل حصہ ثلثان سے زیادہ نہیں ہے اور وہ بیٹیوں نے اکیلے لے لیا۔ ہاں ایسی صورت میں اگر ان کے ساتھ بھائی (میت کا پوتا) موجود ہے تو پھر بیٹیوں کے ثلثین کے بعد بقایا ترکہ میں پوتی بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائیں گے اور بقایا ترکہ میں 1:2 (یعنی للذکر مثل حظ الانثیین) کے حساب سے حصہ لے کر (پوتی) محروم ہونے سے بچ سکتی ہے۔ یا اگر میت کی بیٹی ایک ہے تو پھر پوتی بغیر بھائی (یعنی میت کے پوتے) کے بھی 1/6 حصہ لے سکتی ہیں تکملۃ للثلثین (تاکہ ثلثین کی تکمیل ہو جائے) چنانچہ مثال نمبر 4 میں ایک بیٹی ہونے کی وجہ سے پوتی حصہ لے رہی ہے۔ جبکہ پوتے والی مثال نمبر 5 آگے آرہی ہے۔

[1] یہاں بیٹی اور پوتیوں کے حصے (1/6+1/2) مل کر ثلثین (4/6) کی تکمیل ہوگئی۔

مثال نمبر(5) (یہاں پوتے کی وجہ سے پوتی حصہ لے رہی ہے)

مسماۃ زاہدہ، والدہ، ایک بہن، دو بیٹیاں، ایک پوتا اور دو پوتیاں چھوڑ کر فوت ہوگئی۔ اگر کل ترکہ کی مقدار ایک لاکھ روپے ہو، تو ہر وارث کو کتنا حصہ ملے گا؟

میت زاہدہ

	ماں	دو بیٹیاں	پوتا [1] دو پوتیاں	بہن
اصل حصے	1/6	2/3	عصبات	محروم
	0.1667	0.6667	**0.1666**	X
فیصد حصہ	16.67%	66.67%	16.66%	

---

[1] مجموعہ حصص : 0.8334 =0.6667+0.1667 چونکہ یہ مجموعہ 1 سے کم ہے لہٰذا بقایا مال عصبہ لیں گے۔ چنانچہ: عصبات کا حصہ : **0.1666** =1-0.8334

صورت مذکورہ میں اگر پوتا نہ ہوتا تو پوتیاں محروم ہو جاتی جیسا کہ مثال نمبر 3 میں ہے۔ کیونکہ بنات کا حصہ (ثلثین) وہ لے چکی ہیں، اور پوتیاں بنات کے زمرے میں داخل ہیں لہٰذا دو بیٹیوں کے ہوتے ہوئے ان کا حصہ ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں جب ان کے ساتھ ان کا بھائی یعنی میت کا پوتا شامل ہو گیا تو بنوت (یعنی ابن ہونے) کی بنیاد پر چونکہ پوتا خود عصبہ ہے لہٰذا اس کی وجہ سے پوتیاں بھی عصبہ بن گئیں۔ چنانچہ اب پوتا پوتیاں 1:2 کی نسبت سے ذوی الفروض کے بعد بقایا ترکہ (16.66%) میں وراثت کے حقدار قرار پائے۔ یعنی پوتے کو 2 حصے جبکہ ہر پوتی کو 1 حصہ ملے گا گویا کہ مجموعی طور پر دونوں پوتیاں مل کر ایک پوتے کے برابر حصہ لیں گی۔

علاوہ ازیں فیصد معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل حصہ کو 100 میں ضرب دیدے۔

تقسیم ترکہ:

کل ترکے میں ہر وارث کا حصّہ: اصل حصہ × کل ترکہ

چنانچہ :

والدہ کا حصہ : 100000X0.1667 = **16670** روپے

دو بیٹیوں کا حصہ: 100000x0.6667 = 66670 روپے

پہلی بیٹی کا حصہ: 100000X0.33335 = **33335** روپے

دوسری بیٹی کا حصہ: 100000X0.33335 = **33335** روپے

عصبات کا حصّہ : 100000X0.1666 = 16660

عصبات کے حصے کو 4 پر تقسیم کر کے ایک پوتی کا حصہ نکل آئے گا جبکہ پوتے کو اس کا دگنا مل جائے گا۔ چنانچہ:

پہلی پوتی کا حصہ : 16660÷4 = **4165** روپے

دوسری پوتی کا حصہ : 16660÷4 = **4165** روپے

پوتے کا حصہ : 4165 ×2 = **8330** روپے

پڑتال :

8330+4165+4165+33335+33335+16670 =

100,000

آگے چند مثالیں ''سراجی'' صفحہ نمبر 23 اور 24 سے نقل کر کے حل کی جا رہی ہیں:

مثال نمبر (6)   (سراجی کی مثال، ص:۲۳)

میت

	6 بیٹیاں	3 دادیاں	3 چچا	
اصل حصے	2/3	1/6	عصبہ (بقایا)	۱
	0.6667	0.1667	**0.1666**	
فیصدی حصے	66.67%	16.67%	16.66%	

تقسیم ترکہ:

مثلاً مذکورہ بالا مثال میں 100,000 (ایک لاکھ) روپے ترکہ ہے، تو ہر وارث کو کتنے روپے ملیں گے؟

ترکہ میں مطلوبہ حصہ = مسئلہ میں حصہ X کل ترکہ

چنانچہ:

(ا) 6 بیٹیوں کا حصہ: 66660 =100,000x0.6666 روپے

تو.... ایک بیٹی کا حصہ: 66660÷6 = **11110** روپے

۱ مجموعہ حصص: 0.8334=0.1667+0.6667 چونکہ یہ مجموعہ 1 سے کم ہے، لہٰذا بقایا مال عصبہ لیں گے۔ چنانچہ: عصبات کا حصہ: 1-0.8334= **0.1666**

علاوہ ازیں فیصدی حصہ معلوم کرنے کے لئے ہر حصے کو 100 میں ضرب دیا گیا ہے۔ مزید اگر ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا ہو تو گروپ کے کل حصے کو (چاہے ترکہ ہو یا فیصدی حصہ ہو) اس کی تعداد پر تقسیم کرے، مثلاً بیٹیوں کے حصے کو 6 پر تقسیم کرے اسی کو تقسیم ترکہ میں ملاحظہ فرمالے۔

(۲) 3 دادیوں کا حصہ: 16670 = 100,000 x0.1667 روپے

تو....ایک دادی کا حصہ: 3÷16670 = **5556.66** روپے

(۳) 3 چچاؤں کا حصہ : 16670 = 100,000 x 0.1667 روپے

تو....ایک چچا کا حصہ: 3÷16670 = **5556.66** روپے

پڑتال : 100,000 = 16670 + 16670 + 66660 [۱]

---

[۱] یہ سراجی کی ہی مثال ہے آپ اسے سراجی کے انداز میں حل کرتے ہوئے پہلے مسئلہ ۶ سے بنائیں لاجتماع السدس و الثلثین ، پھر بیٹیوں کو ۴، دادیوں اور چچاؤں کو ایک ایک، تو ہر جماعت پر کسر واقع ہو رہی ہے چنانچہ بیٹیوں کے حصّوں اور رؤس کے درمیان توافق بالثلث ہے تو یہاں ۳، اور آگے دادیوں اور چچاؤں کے حصص اور رؤس کے درمیان تباین تو ان کے رؤس بھی ۳، ۳ لہٰذا اصل مسئلہ ۶ ، کو ۳ میں ضرب دے کر تصحیح ۱۸ سے بن جائے گی۔ پھر ہر جماعت کے حصے نکالنے کے لئے اس کے حصے کو مضروب یعنی ۳ میں ضرب دینا تو تب صرف جماعتوں کے حصص نکل آئیں گے۔ پھر مزید ہر وارث کا حصہ اور اس پر مستزاد ترکہ کی تقسیم جو سراجی میں بیان کیا گیا ہے، اس سے گزر کر ترکہ میں ہر وارث کا حصہ نکالنا کتنے مراحل ہیں؟ اور یہاں آپ نے ملاحظہ کیا کہ بنیادی طور پر یہ مسئلہ تقسیم ترکہ سمیت چند سطروں پر مشتمل ہے باقی پڑتال کے ذریعے کسی بھی عمل کو پرکھا جا سکتا ہے۔ یہاں بھی پڑتال کر کے اپنے مسئلے کے بارے میں اطمینان حاصل کیا جا سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مثال نمبر (7) (سراجی کی مثال ص: ۲۳)

میت

	4 زوجات	3 دادیاں	12 چچے
اصل حصے	1/4	1/6	عصبہ (بقایا) [1]
	0.25	0.1667	**0.5833**
فیصدی حصّے	25%	16.67%	58.33%

تقسیم ترکہ:

مثلاً مذکورہ بالا مثال میں 100,000 (ایک لاکھ) روپے ترکہ ہے، تو ہر وارث کو کتنے روپے ملیں گے۔

ترکہ میں مطلوبہ حصہ = مسئلہ میں حصہ X کل ترکہ

چنانچہ

(ا) 4 زوجات کا حصہ : 0.25x100,000 = 25,000 روپے

تو.....1 زوجہ کا حصّہ: 4 25,000 = **6250** روپے

---

[1] مجموعہ حصص: 0.25+0.1667 =0.4167 چونکہ یہ مجموعہ 1 سے کم ہے، لہٰذا بقایا مال عصبہ لیں گے۔ چنانچہ: عصبات کا حصہ : 1-0.4167= **0.5833**

علاوہ ازیں فیصدی حصہ معلوم کرنے کے لئے ہر حصے کو 100 میں ضرب دیا گیا ہے۔ مزید اگر ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا ہو تو گروپ کے کل حصّے کو (چاہے ترکہ ہو یا فیصدی حصہ ہو) اس کی تعداد پر تقسیم کرے، مثلاً بیٹیوں کے حصے کو 6 پر تقسیم کرے اسی کو تقسیم ترکہ میں ملاحظہ فرمالے۔

(۲) 3 جدات کا حصہ :16,670 = 0.1667x100,000 روپے

تو....1 جدہ کا حصّہ : 3÷ 16670 = **5556.66** روپے

(۳) 12 چچاؤں کا حصہ : 58330 = 0.5833x100,000 روپے

تو....1 چچا کا حصّہ : 12÷ 58330 = **4860.83** روپے

پڑتال: 58330+16670+25000 = **100,000**

لے یہ بھی سراجی کی مثال ہے، جس میں ربع (۱/۴) اور سدس (۱/۶) اکھٹے آنے سے اصل مسئلہ ۱۲ سے بنے گا۔ اصل مسئلے سے بیویوں کو ۳ حصے، دادیوں کو ۲ اور چچاؤں کو بقایا ے حصّے۔ اب چونکہ ہر جماعت کے حصص اور ان کے رؤوس کے درمیان نسبت تباین ہے (تباین کا مطلب یہ ہے کہ دو اعداد آپس میں کسی تیسرے عدد پر متفق نہیں ہوتے بلکہ مکمل طور پر ایک دوسرے کے متضاد ہوتے ہیں مثلاً ۴ اور ۶ کا جب تحلیل کیا جاتا ہے تو دونوں ۲ پر تقسیم ہوتے اور اس کے برعکس ۳ اور ے کے درمیان ظاہر ہے کہ ایک دوسرے سے تضاد ہے یعنی دونوں ماسوائے ایک اور اپنے عدد کے کسی تیسرے عدد پر تقسیم نہیں ہوتے۔ اور تباین کی صورت میں قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ کل رؤوس کو اصل مسئلہ میں ضرب دینا ہوتا ہے، یہ بات تو تب ہے جب کہ کسر ایک گروپ میں واقع ہوا ہو اور اگر کسر دو یا زیادہ گروپوں میں واقع ہو جیسا کہ مثال مذکور میں ہے تو اس کا پھر یہ ہوتا کہ اب مزید ان کے رؤوس کے درمیان نسبتیں دیکھنے ہوں گے جب یہاں دیکھا تو ان رؤوس کے درمیان تداخل ہے) چنانچہ سب کے رؤوس (۴،۳،۱۲) محفوظ کیئے۔

اب تداخل میں قاعدہ ہے کہ بڑے عدد کو لیا جاتا ہے۔ لہٰذا ۱۲ کو ہی اصل مسئلے میں ضرب دے کر تصحیح ۱۴۴ سے بن گئی اس کے بعد ہر جماعت کے حصص کو ۱۲ میں ضرب دیکر اس (باقی اگلے صفحے پر)

مثال نمبر (8) (سراجی ص:۲۳،اور سراجی کا طرز ملاحظہ ہو ص:163)

میت

	4 بیویاں	18 بیٹیاں	15 دادیاں	6 چچا
اصل حصے	1/8	2/3	1/6	عصبہ ۱؎
	0.125	0.6667	0.1667	**0.0416**
فیصدی حصے	12.5%	66.67%	16.67%	4.16%

تقسیم ترکہ :

ہر فریق کے حصے کو کل ترکہ میں ضرب دے تو اسی فریق کا حصہ نکل آئے گا آگے ہر فرد کا اگر معلوم کرنا ہو تو فریق کے حصے کو اسی فریق کے کل افراد پر تقسیم کرے۔ ہر فرد کا حصّہ نکل آئے گا۔ تفصیل اگلے صفحے پر ملاحظہ ہو:

(پچھلے صفحے کا بقیہ)

کے حصے بالترتیب ۳۶،۲۴اور ۸۴ نکل آئے۔ اب بیویوں کے 36/144، دادیوں کے 24/144 اور چچاؤں کے 84/144 آگئے اس کے بعد تقسیم کر کے ملاحظہ ہو:

(۱) زوجات کا حصّہ: 144/ 36 = 0.25 یا 25%

(۲) دادیوں کا حصّہ : 144 / 24 = 0.1667 یا 16.67%

(۳) چچاؤں کا حصّہ : 144/ 84 = 0.5833 یا 58.33%

آپ نے ملاحظہ کیا بالآخر سراجی کے ہی آخری بٹے کو ختم کر کے، یا پھر فیصد نکال کر وہی نتیجہ تو نکل آیا جسے ہم نے پہلی دو لکیروں میں نکالا ہوا ہے۔

صفحہ ھذا ۱؎ مجموعہ حصص: 0.9584=0.1667+0.6667+0.125 چونکہ یہ مجموعہ 1 سے کم ہے، لہٰذا بقایا عصبہ کا ہے چنانچہ: عصبات کا حصہ: **0.0416**=1-0.9584

تقسیم ترکہ:

مثلاً مذکورہ بالا مثال میں 160,000 (ایک لاکھ، ساٹھ ہزار) روپے ترکہ ہے، تو ہر وارث کو کتنے روپے ملیں گے؟

ترکہ میں مطلوبہ حصہ = (مسئلہ میں حصہ X کل ترکہ)

چنانچہ

(۱) 4 زوجات کا حصہ ہے = 160,000X0.125 = 20,000 روپے

تو.....1 زوجہ کا حصہ = 20,000 ÷ 4 = **5000** روپے

(۲) 18 بیٹیوں کا حصہ: 160,000X0.6667 = 106672 روپے

تو..... 1 بیٹی کا حصہ = 106672÷18 = **5926.22** روپے

(۴) 15 دادیوں کا حصہ = 160,000 X 0.1667 = 26672 روپے

تو.....1 دادی کا حصہ = 26672÷15 = **1778.133** روپے

(۳) 6 چچاؤں کا حصہ = 160,000 X 0.0416 = 6656 روپے

تو....1 چچا کا حصہ = 6656÷ 6 = **1109.33** روپے

پڑتال:

160,000 = 6656 +26672 + 106672 + 20000

مثال نمبر 9 (سراجی ص:۲۴)

میت

	2بیویاں	10 بیٹیاں	6دادیاں	7چچا
اصل حصے	1/8	2/3	1/6	عصبہ [1]
	0.125	0.6667	0.1667	**0.0416**
فیصدی حصے	12.5%	66.67%	16.67%	4.16%

تقسیم ترکہ :

یہ تو بالکل مثال نمبر 8 کی طرح ہے صرف فرق یہ ہے کہ رؤوس کی تعداد مختلف ہے اور اس کا ہمیں کوئی پروا نہیں۔ بس اتنا ہوگا کہ پچھلی مثال میں اگر بیٹیوں کے حصے کو 18 پر تقسیم کر کے ہر فرد کا حصہ نکالا تھا تو یہاں اسے 10 پر تقسیم کیا جائے گا کیونکہ بیٹیوں کی تعداد 10 ہے۔

چنانچہ ہر فریق کے حصے کو کل ترکہ میں ضرب دے تو اسی فریق کا حصہ نکل آئے گا آگے ہر فرد کا اگر معلوم کرنا ہو تو فریق کے حصے کو اسی فریق کے کل افراد پر تقسیم کرے۔ ہر فرد کا حصّہ نکل آئے گا۔

---

[1] مجموعہ حصص: 0.9584 =0.1667+0.6667+0.125 چونکہ یہ مجموعہ 1 سے کم ہے، لہٰذا بقایا عصبہ کا ہے چنانچہ:عصبات کا حصہ: **0.0416=1-0.9584**

مثال نمبر 10

میت

	4 بیویاں	28 بیٹیاں	16 دادیاں	12 چچا
اصل حصے	1/8	2/3	1/6	عصبہ [1]
	0.125	0.6667	0.1667	**0.0416**
فیصدی حصے	12.5%	66.67%	16.67%	4.16%

یہ مثال سراجی میں نہیں بلکہ اس کی شرح طرازی میں ص:۱۵۹ پر تماثل، توافق اور تداخل تینوں نسبتیں جمع کر کے نقل کی گئی ہے یہ بات یاد رہے کہ سراجی وغیرہ میں مثالوں کا مقصد طلباء کو تمام نسبتوں کا مشق کرانا ہوتا ہے لہٰذا وہ مقصد اس بات سے حاصل ہو جاتا ہے کہ مثال بے شک وہی رہے مگر ان میں ورثاء کی تعداد تبدیل ہوتی رہے کیونکہ ورثاء جو یہاں رؤس کہلاتے ہیں کی تبدیلی سے نسبتیں تبدیل ہو جاتی ہیں، مگر ہمارے ہاں سب کا ایک ہی حل ہے کہ اول اصل حصوں کے بٹے ختم کر دیا جائے، اور بس اسی کو کل ترکے میں ضرب دے دیں تو وراثت تقسیم ہو جائے گی اور اگر ترکہ کی تقسیم مقصود نہ ہو، تو بٹے ختم کرنے کے بعد ہر حصے کو 100 میں ضرب دے کر ہر گروپ کا حصہ فیصد میں نکل آئے گا یا پھر اسی کو اسی گروپ کے افراد پر تقسیم کر کے ہر وارث کا حصہ نکل آئے گا۔

چنانچہ اسی مثال کو بھی پچھلی مثالوں کی طرح حل کر لیں۔

---

[1] مجموعہ حصص: 0.125+0.6667+0.1667 =0.9584 چونکہ یہ مجموعہ 1 سے کم ہے، لہٰذا بقایا عصبہ کا ہے چنانچہ: عصبات کا حصہ: **0.0416=1-0.9584**

(۳) جب ورثاء صرف ذوی الفروض ہوں:

تیسری قسم یہ کہ کسی میت کے ورثاء صرف ذوی الفروض ہوں یعنی عصبہ کے طور پر کوئی وارث موجود نہ ہو چنانچہ کبھی کبھی ان صورتوں میں باپ آجاتا ہے مگر وہ ذوی الفرض کی حیثیت سے اپنا حصہ لیتا ہے بہرکیف جب ورثا صرف ذوی الفروض ہوں تو مسئلہ کی تین صورتیں بن سکتی ہیں۔ اول یہ کہ ورثاء پر حصے پورے پورے اتر جائیں۔ دوم یہ کہ ورثاء کے حصص کی تعداد ان کے مخرج سے بڑھ جائے، سوم یہ کہ ذوی الفروض کو اپنے حصے دینے کے بعد ابھی کچھ ترکہ باقی ہو۔ ثانی کا تعلق عول سے ہے ثالث کا تعلق ''رد'' کے ساتھ ہے۔ البتہ پہلی صورت میں چونکہ تصحیح مکمل ہو جاتی ہے لہٰذا اس میں کسی قسم کے ردوبدل کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مثلاً: ایک شخص والدین اور دو بیٹیاں چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ تو اس صورت میں لڑکیوں کو 2/3، والد کو 1/6 اور والدہ کو بھی 1/6 دے کر مسئلہ ختم ہو جائے گا۔ سراجی کے طریقے پر: مسئلہ 6 سے بن جائے گا 4 حصے لڑکیوں کو اور ایک ایک حصہ ماں باپ کو مل کر کل چھ حصے پورے ہو جائیں گے ہمارے طریقے کے مطابق:

ماں	بیٹیاں۲	باپ
(0.1667)1/6	(0.6666)2/3	(0.1667)1/6
مجموعہ حصص: 0.1667+0.6666+0.1667= **1**		
یا فیصدی میں: 66.66% + 16.67% + 16.67% = **100**		

اگر مجموعہ حصص 1 سے زیادہ ہوتا، تو ''عول'' ہوتا اور اگر کم ہوتا تو ''رد'' ہوتا۔ یہ دونوں مستقل ابحاث ہیں لہٰذا انہیں آگے الگ الگ فصلوں میں ذکر کئے جا رہے ہیں۔

فصل سوم

عول کا بیان

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وارثان کے حصص اصل مسئلے سے بڑھ جاتے ہیں اور کبھی کم ہوجاتے ہیں۔ اول الذکر صورت میں ''عول'' کی ضرورت پڑتی ہے جب کہ ثانی میں ''رد'' کو اختیار کیا جاتا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے، کہ مثلاً ایک عورت کے ورثاء شوہر، والدہ اور دو حقیقی بہنیں ہیں۔ ان کے بالترتیب حصے 1/2، 1/6 اور 2/3 بنتے ہیں۔ اب ہم اگر پورے ترکہ کو 6 حصوں میں تقسیم کر کے 1/2 (یعنی 6 میں سے 3) زوج کو، 1/6 (یعنی 6 میں سے 1) ماں کو تو بقایا حصے (6 میں سے) 2 رہ گئے جبکہ 2 بہنوں کا حصہ ابھی 2/3 رہتا ہے۔ گویا کہ 6 میں سے 4 بہنوں کو ابھی دینا ہے، مگر صورت بالا میں صرف 2 حصے بچے ہوئے ہیں۔ اسی طرح اگر بہنوں کو پہلے دیں گے تو وہی 2 حصوں کی کمی باقی ورثا کے کھاتے میں آئے گی۔

لہٰذا اسی حالت کو ''عول'' سے تعبیر کر کے طریقہ یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ اس 2 کی کمی کو پورا کرنے کے لئے کل حصے 8 بنائے جائیں گے اور پھر ان میں سے جس وارث کو جو حصہ دیا جائے گا وہ 6 کے حساب سے دیا جائے گا۔ گویا کہ 3/6 کو 3/8، 1/6 کو 1/8 اور 4/6 کو 4/8، قرار دئے جائیں گے۔ چنانچہ مثال مذکور عول سے پہلے اور عول کے بعد، دونوں ملاحظہ ہو:

میت

	شوہر	دو حقیقی بہنیں	ماں
اصل حصے	1/2	2/3	1/6
یا	3/6	4/6	1/6

چونکہ ان سب حصص کو جمع کر کے 8 بنتے ہیں، لہٰذا اس کا مخرج 8 قرار دیا گیا۔ یعنی شوہر کا حصہ 1/2 ہے جو کہ 3/6 کے برابر ہے۔لہٰذا اصلی طور پر شوہر کو پورے ترکہ کے 6 حصے کر کے ان میں سے 3 ملنے چاہیئے ،مگر حصص کی زیادتی اور مخرج کی تنگی کی وجہ سے عول کی ضرورت پڑ گئی جس کی وجہ سے شوہر کو تو حصّے وہی 3 ہی دیئے جائیں گے مگر ہوں گے یہ 8 میں سے۔اور یہ 8 اس لئے کہا کہ ذوی الفروض کے جتنے حصے قرآن نے صورت بالا میں مقرر فرمائے ہیں ان کی تعداد 8 بنتی ہے چنانچہ اب صورت بالا میں عول کے بعد حصے یوں گے:

ہمارا طرز:

مذکورہ بالا طریقہ سراجی کا اختیار کردہ ہے،یعنی اول ''اصل مسئلہ'' معلوم کریں پھر اگر عول کی صورت ہے تو اصل مسئلے سے مطلوبہ عدد تک عول کیا جائے جیسا کہ صورت مذکورہ میں 6 سے 8 تک عول کیا گیا ہے۔جبکہ ہمارا طریقہ کچھ مختلف ہے اس میں

چونکہ ہر مسئلہ ہم نے 1 سے یا پھر فیصدی کی صورت میں 100 سے قرار دیا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے جاننا یہ ضروری ہوگا کہ مسئلہ ''عائلہ'' ہے یا نہیں؟ اور اس کی آسان پہچان ہمارے طریقہ میں یہ ہے کہ '' مجموعہ حصص'' اگر ''1'' سے یا پھر ''فیصدی'' کی صورت میں 100 سے زیادہ ہو تو سمجھو کہ مسئلہ میں ''عول'' کی ضرورت ہے۔

جب یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ مسئلہ ''عائلہ'' ہے یعنی اس میں ''عول'' کی ضرورت ہوگی تو مندرجہ ذیل قاعدہ کے مطابق ہر گروپ یا ہر وارث کا حصہ نکالیں تو یہ اسی گروپ یا اسی وارث کا عول کے بعد حصہ ہوگا۔ اور یہ بات یاد رہے کہ عول کی صورت میں کسی وارث کا اصل حصّہ وہی ہوتا ہے جو عول کے بعد نکل آئے۔ وہ حصّہ ہرگز نہیں ہوتا جو عول سے پہلے بٹوں یا اعشاریوں کی صورت میں لکھا ہوتا ہے۔

$$\text{وارث کا حصّہ بعد العول} = \frac{\text{اصل حصہ قبل العول}}{\text{مجموعہ حصص}} \quad (1)$$

اگلے صفحے پر مثالیں ملاحظہ ہوں۔ ہم کوشش کریں گے کہ ان مثالوں کو ترجیح دیں جنہیں سراجی میں دے کر حل کی گئی ہیں۔

---

(1) یہاں بٹے کی نشان تقسیم کو ظاہر کرتی ہے یعنی عول سے پہلے کسی وارث کے اصل حصے کو مجموعہ حصص پر تقسیم کیا جائے تو اسی وارث کا حقیقی حصہ بعد العول نکل آئے گا۔ باقی فارمولہ کس طرح بنا؟ ریاضی جاننے والے جانتے ہیں مگر پھر بھی کتاب کے آخر میں اسکی وضاحت درج کی جائے گی۔

مثال نمبر 1

اکرم خان ایک بیوی دو بہنیں اور ایک والدہ چھوڑ کر فوت ہوا اگر کل ترکہ کی مقدار ایک لاکھ روپے ہے تو ورثاء کو کتنا کتنا مال ملے گا؟

میت

	بیوی	والدہ	2 بہنیں
اصل حصے	1/4	1/6	2/3
	0.25	0.1667	0.6667
عول کے بعد	0.25 / 1.0834	0.1667 / 1.0834	0.6667 / 1.0834
حصے: ا	= **0.2308**	**0.1538=**	**0.6154=**
فیصدی حصے	23.08%	15.38%	61.54%

تقسیم ترکہ: ترکہ میں وارث کا حصّہ : مسئلے میں حصّہ × کل ترکہ

(ا) زوجہ کا ترکہ میں حصہ: 100000X0.2308 = **23,080** روپے

(۲) والدہ کا ترکہ میں حصہ: 100000X0.1538 = **15,380** روپے

(۳) ترکہ میں 2 بہنوں کا حصہ: 100000X0.6154 =61540 روپے

1 بہن کا حصہ: 61540 ÷ 2 = **30775** روپے

ا کل حصص کا مجموعہ: 0.25 + 0.1667 + 0.6667 = **1.0834**

چونکہ مجموعہ حصص "1" سے بڑھ رہا ہے لہٰذا عول ضروری ہے۔

مسئلہ منبریہ: (سراجی ص ۲۰)

اسلم خان فوت ہوا جس کے ورثا ایک بیوی، دو بیٹیاں اور والدین (ماں، باپ) پیچھے رہ گئے۔ اگر کل ترکہ ایک لاکھ (100000) روپے ہے تو یہ معلوم کرے کہ ہر وارث کو کتنا حصہ ملے گا؟

میت

	1 زوجہ	2 بیٹیاں	اب	ماں
اصل حصے	1/8	2/3	1/6	1/6
	0.125	0.6667	0.1667	0.1667
عول کے بعد حصے [1]	$\frac{0.125}{1.125}$ =0.1111	$\frac{0.6667}{1.125}$ =0.5925	$\frac{0.1667}{1.125}$ =0.1482	$\frac{0.1667}{1.125}$ =0.1482
فیصدی حصے	11.11%	59.25%	14.42%	14.82%

تقسیم ترکہ اگلے صفحے پر ملاحظہ ہو:

---

[1] کل حصص کا مجموعہ: 0.125+0.6667+0.3334= **1.125**

چونکہ مجموعہ حصص "1" سے بڑھ رہا ہے لہذا عول ضروری ہے۔

چنانچہ حصہ بعد العول = $\frac{\text{حصہ قبل العول}}{\text{مجموعہ حصص}}$

تقسیم ترکہ:

(۱) ترکہ میں زوجہ کا حصہ: 100,000÷0.1111 = **11110** روپے

(۲) ترکہ میں دونوں بیٹیوں کا حصہ: 100,000×0.5925=59250 روپے

جبکہ ہر بہن کا حصہ : 59250÷2 = **29625** روپے

(۳) ترکہ میں والد کا حصّہ: 100,000×0.1482=**14820** روپے

(۴) ترکہ میں والدہ کا حصّہ: 100,000×0.1482=**14820** روپے

پڑتال:

14820+14820+29625+29625+11110= **100,000**

مثال نمبر 3

رشید فوت ہوا جس کے ورثا ایک بیوی، والدہ دو علاتی (باپ شریک) بہنیں اور دو اخیافی (ماں شریک) بہنیں پیچھے رہ گئیں۔ اگر کل ترکہ ایک لاکھ (100000) روپے ہے تو یہ معلوم کرے کہ ہر وارث کو کتنا حصہ ملے گا؟

میت

	بیوی	ماں	2 علاتی بہنیں	2 اخیافی بہنیں	بیٹا کافر
اصل حصے	1/4	1/6	2/3	1/3	X
	0.25	0.1667	0.6667	0.3333	محروم
عول کے بعد حصے [1]	0.25 / 1.4167 = 0.1764	0.1667 / 1.4167 = 0.1177	0.6667 / 1.4167 = 0.4706	0.3333 / 1.4167 = 0.2353	
فیصد حصے	**17.64%**	**11.77%**	**47.06%**	**23.53%**	

تقسیم ترکہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو:

---

[1] کل حصص کا مجموعہ: 0.25+0.1667+0.6667+0.3333= **1.4167**

چونکہ مجموعہ حصص "1" سے بڑھ رہا ہے لہٰذا عول ضروری ہے۔

$$\text{حصہ بعد العول} = \frac{\text{حصہ قبل العول}}{\text{مجموعہ حصص}}$$

تقسیم ترکہ:

(۱) کل ترکہ میں زوجہ کا حصہ:

روپے **17640** = 0.1764X100000 :

(۲) کل ترکہ میں ماں کا حصہ

روپے**11770** = 0.1177X100000:

(۳)کل ترکہ میں علاتی بہنوں کا حصہ:

روپے 47060=0.4706X100000:

ہرایک بہن کا حصہ: 2÷47060 = **23530** روپے

(۴)اخیافی بہن بھائیوں کا حصہ:

روپے 23530 =0.2353X100000:

ہراخیافی بہن کا حصہ:2÷23530 =**11765** روپے

پڑتال:

100,000 =23530+47060+11770+17640

فصل چہارم

رد کا بیان

ردعول کی ضد (برعکس) ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ذوی الفروض کو اپنے مقرر حصے دینے کے بعد کچھ حصہ اگر باقی بچ جائے، تو اسے دوبارہ ذوی الفروض نسبی میں انہی کے حصص کی نسبت سے تقسیم کرنا پڑتا ہے، اور اسے اصطلاح میں ''رد'' کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ورثاء کے حصے معتبر وہ ہونگے جو''بعد الرد'' ہوں۔ یہاں دو باتوں کا خیال ضروری ہے:

1۔ ''رد'' صرف ذوی الفروض نسبی پر ہوسکتا ہے لہٰذا زوجین ذوی الفروض ہونے کے باوجود ''رد'' سے مستثنیٰ ہوں گے، کیونکہ یہ ذوی الفروض سببی ہیں۔

2۔ دوسری بات یہ کہ عصبات کی صورت میں ''رد'' قطعاً نہیں ہوسکتا۔

اس کے دو قاعدے مندرجہ ذیل ہیں:

قاعدہ (1) .... وارث کا حصہ بعد الرّد: ☆

$$\frac{\text{حصہ قبل الرّد}}{\text{کل حصص کا مجموعہ}}$$

قاعدہ (2)........وارث کا حصہ بعد الرّد:

$$\frac{\text{حصہ قبل الرّد} \times \text{مابقی من احد الزوجین}}{\text{من یرد علیہم کے کل حصص کا مجموعہ}}$$

☆ زوجین میں سے اگر کوئی وارث ہے تو قاعدہ 2 استعمال کیا جائے گا۔ ورنہ نمبر 1

مسئلہ رد کی پہچان:

میت کی لکیر کے تحت ہر وارث اور اس کا مقرر حصہ تحریر کرنے کے بعد دیکھا جائے۔ کہ ورثاء میں عصبہ موجود ہے کہ نہیں؟ اگر عصبہ موجود ہیں، پھر تو ''رد'' کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اور اگر عصبہ نہیں موجود تو دیکھا جائے گا کہ ان حصص کا مجموعہ کیا ہے؟ اگر 1 یا 1 سے زیادہ ہے پھر بھی ''رد'' نہیں ہوسکتا اور اگر مجموعہ حصص 1 سے کم ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مسئلے میں ''رد'' کی ضرورت پڑے گی۔

اس کی چار قسمیں بنتی ہیں وجہ حصر یہ ہے کہ زوجین (میاں بیوی) میں سے کوئی ہوگا یا نہیں؟ پھر ہر دو صورت میں جنس واحد ہوگا یا متعدد اسی طرح یہ چار صورتیں بن گئیں۔

(۱)

ورثاء میں احد الزوجین نہ ہو

ایسی میت کہ اس کے ورثاء میں میاں بیوی میں سے کوئی موجود نہ ہو یا تو اس میت نے شادی ہی نہیں کی تھی اور یا شادی تو کی تھی مگر اس کا جوڑا اس سے پہلے وفات پا چکا تھا۔
ورثاء دو قسم کے ہوں گے (۱) جنس واحد (۲) اجناس متعدد

جنس واحد:

میت کے ورثاء ایک ہی جنس کے ہوں یعنی سب کے حصص ایک قسم کے ہوں بے شک ان کی تعداد زیادہ ہوں، اور میاں بیوی میں سے کوئی نہ ہو، ذیل کی مثالیں ملاحظہ ہوں:

مثال نمبر (1): ایک شخص فوت ہوا جس کے ورثا صرف تین بیٹیاں رہ گئیں اس

صورت میں مسئلہ یہ ہوگا کہ ترکہ کو کل ورثاء پر برابر برابر تقسیم کیا جائے گا۔ چنانچہ تین کی صورت میں تین پر اور چار یا پانچ کی صورت میں چار یا پانچ پر تقسیم کیا جائے گا مثلاً:

میت

بیٹی	بیٹی	بیٹی
1/3	1/3	1/3

میت

بہن	بہن	بہن	بہن	بہن
1/5	1/5	1/5	1/5	1/5
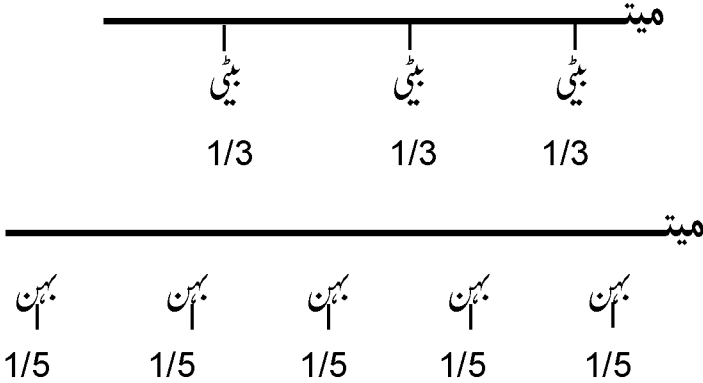
چونکہ کتاب ھٰذا میں مسائل کی تخریج ''1'' سے کی گئی ہے لہٰذا مذکورہ بالا صورتوں میں بھی حصے 1 سے نکالے گئے ہیں۔ ترکہ کی صورت میں 1 کی جگہ ترکہ کی مقدار لکھ کر تقسیم کرے تو ہر وارث کا حصہ ترکہ میں نکل آئے گا۔ [1]

---

[1] مذکورہ بالا صورتوں میں اگر کوئی عصبہ موجود ہوتا تو ان سب بیٹیوں یا بہنوں کو 2/3 ملتا جسے ان سب کے درمیان تقسیم کیا جاتا اور جو 1/3 بچتا وہ عصبات کو دیا جاتا، مگر یہاں چونکہ عصبہ کوئی نہیں لہٰذا 2/3 کے بعد باقی 1/3 بھی انہی کو دیا گیا، جسے اصطلاح میں ''رد'' کہا جاتا ہے۔ مگر یہاں چونکہ سب ورثاء کا تعلق جنس واحد سے ہے یعنی ان سب کے حصے برابر ہیں، لہٰذا اسی صورت میں سارا ترکہ ان سب ذوی الفروض کے درمیان برابر تقسیم کیا گیا۔ یہ بات یاد رہے کہ مسئلہ رد یہ میں ترکہ میں وارث کا حصہ وہی معتبر ہوگا جو ''رد'' کے بعد نکلا ہو۔ رد کے مسائل اپنے مقام میں بیان کئے جائیں گے۔

اجناس متعدد:

اس کا مطلب یہ ہے کہ تعددِ ورثاء کے ساتھ ساتھ ان کے حصص بھی مختلف ہوں چاہے ان حصص کا تعلق ایک نوع [1] سے ہو یا دونوں کے ساتھ مثلاً:

مثال نمبر(2): (جس میں نصف اور سدس جمع ہوں)

ایک شخص فوت ہوا اس کے ورثا میں سے ایک بیٹی اور ایک پوتی رہ گئی۔ اگر ترکہ کی مقدار ایک لاکھ روپے (100000) ہے تو ورثا کا الگ الگ حصہ کیا ہوگا؟

میت

بیٹی	پوتی
1/2	1/6
0.5	0.1667

مجموعہ حصص: 0.5+0.1667= **0.6667**

چونکہ مجموعہ حصص "1" سے کم ہے اور عصبہ بھی کوئی نہیں لہٰذا یہاں ''رد'' کیا جائے گا۔

اگلے صفحے پر ملاحظہ ہو:

---

[1]: نوع کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن پاک میں مذکور کل حصوں کو دو انواع میں تقسیم کئے گئے ہیں۔

نوع اول:۔ نصف، ربع، ثمن (آسانی کے طور پر یوں سمجھے کہ، جن کا مخرج ۲ پر تقسیم ہوتا ہو)

نوع دوم:۔ ثلثان، ثلث، سدس (یعنی جن کا مخرج ۳ پر تقسیم ہوتا ہو)

سو زیر بحث موضوع میں حصے متعدد ہو کر ایک دوسرے سے مختلف ہوں، چاہے نوع اول کے ہوں یا دوم کے ہوں یا دونوں کے مختلط (یعنی بعض نوع اول کے اور بعض نوع دام کے) ہوں۔

میت

	بیٹی	پوتی
اصل حصے:	1/2	1/6
	0.5	0.1667
حصے بعد الرد [1]	$\frac{0.5}{0.6667}$ **= 0.75**	$\frac{0.1667}{0.6667}$ **= 0.25**
فیصدی حصے	75%	25%

تقسیم ترکہ: اور اگر ترکہ معلوم ہوتو:

کل ترکہ میں حصہ: مسئلہ میں حصہ بعد الرد X کل ترکہ

(۱) بیٹی کا حصہ: 0.75X100000 = **75000** روپے

(2) پوتی کا حصہ: 0.25X100000 = **25000** روپے

پڑتال: 25000+75000 = 100,000 روپے

---

[1] مجموعہ حصص: 0.1667+0.5= **0.6667** ۔مجموعہ حصص "1" سے کم ہے اور عصبہ بھی کوئی نہیں لہٰذا یہاں ''رد'' کیا جائے گا اور احد الزوجین کے نہ ہونے کی وجہ سے قاعدہ نمبر 1 استعمال ہوگا۔

$$\text{حصہ بعد الرد} = \frac{\text{حصہ قبل الرد}}{\text{مجموعہ حصص}}$$

مثال نمبر (3) (جس میں نصف اور دو سدس ہوں)

ایک شخص فوت ہوا اس کے ورثا میں سے ایک بیٹی، ایک پوتی اور ماں رہ گئے۔ اگر ترکہ کی مقدار ایک لاکھ روپے (100000) ہو تو ورثا کا الگ الگ حصہ کیا ہوگا؟

میت

	بیٹی	پوتی	ماں
اصل حصے	1/2	1/6	1/6
	0.5	0.1667	0.1667
حصے بعد الرد (ا)	$\frac{0.5}{0.8334}$ = **0.60**	$\frac{0.1667}{0.8334}$ = **0.20**	$\frac{0.1667}{0.8334}$ = **0.20**
فیصدی حصے	60%	20%	20%

تقسیم ترکہ: کل ترکہ میں حصہ : بعد الرد مسئلہ میں حصہ X کل ترکہ

(ا) بیٹی کا حصہ: 0.60X100000= **60000** روپے

(2) پوتی کا حصہ: 0.20X100000= **20000** روپے

(3) والدہ کا حصہ: 0.20X100000= **20000** روپے

(ا) مجموعہ حصص: 0.5 + 0.1667 + 0.1667 = **0.8334**

چونکہ مجموعہ حصص "1" سے کم ہے اور عصبہ بھی کوئی نہیں لہٰذا یہ صورت ''رد'' کی ہے۔

علاوہ ازیں اس میں احد الزوجین موجود نہیں لہٰذا یہاں قاعدہ نمبر 1 کا اطلاق ہوگا۔

مثال نمبر(4):

جس میں ثلث اور سدس جمع ہوں، اور ترکہ ایک لاکھ(100000) روپے ہے۔

میت

	اخیافی بہن بھائی	والدہ
اصل حصے	1/3	1/6
	0.3334	0.1666
بعدالرد حصے (۱)	$\frac{0.3334}{0.5}$ = **0.6668**	$\frac{0.1666}{0.5}$ =**0.3332**
فیصدی حصے	66.68%	33.32%

تقسیم ترکہ:

(۱) اخیافی بہن بھائی کا حصہ: 100000X0.6668= **66680** روپے

(۲) والدہ کا حصہ: 100000X0.3332= **33320** روپے

---

(۱) **مجموعہ حصص**: 0.1666 + 0.3334 = **0.5**, چونکہ مجموعہ حصص "1" سے کم ہے اور احدالزوجین موجود نہیں لہٰذا یہاں بھی قاعدہ نمبر 1 کا اطلاق ہوگا۔

مثال نمبر(5):

جس میں نصف اور ثلث جمع ہوں، اور ترکہ ایک لاکھ(100000) روپے ہے۔

میت

	حقیقی بہن	والدہ
اصل حصے	1/2 (0.5)	1/3 (0.3334)
حصے بعد الرد (۱)	0.5/0.8334 = **0.60**	0.3334/0.8334 =**0.40**
فیصدی حصے	60%	40%

تقسیم ترکہ:

ترکے میں وارث کا حصہ : مسئلے میں حصہ بعد الرد X کل ترکہ

(۱) حقیقی بہن کا حصہ: 0.60 × 100,000 = 60,000 روپے

(۲) والدہ کا حصہ : 0.40 × 100,000 = 40,00 روپے

---

(۱) مجموعہ حصص: 0.5 +0.3334 = **0.8334**, چونکہ مجموعہ حصص "1" سے کم ہے اور احد الزوجین موجود نہیں لہٰذا یہاں بھی قاعدہ نمبر 1 کا اطلاق ہوگا۔

مثال نمبر(6): جب مسئلہ میں دوثلث (ثلثان) اور ایک سدس جمع ہوں۔

میت

	۲ بیٹیاں	ماں
اصل حصے	2/3	1/6
(۱)	(0.6667)	(0.1666)
اصل اور فیصدی حصے بعد الرد	$\frac{0.6667}{0.8333}$	$\frac{0.1666}{0.8333}$
	=**0.80** یا 80%	=**0.20** یا 20%

تقسیمِ ترکہ:

ترکے میں وارث کا حصہ : (مسئلے میں حصہ X کل ترکہ)

(۱) ۲ بیٹیوں کا حصہ: 0.80×100000 = 80000 روپے

(۲) والدہ کا حصّہ : 0,20× 100000 = 20000 روپے

---

(۱) مجموعہ حصص: 0.6667 + 0.1666 = **0.8333**، چونکہ مجموعہ حصص "1" سے کم ہے اور احد الزوجین موجود نہیں لہذا یہاں بھی قاعدہ نمبر 1 کا اطلاق ہوگا۔

(۲)

مع احدالزوجین

کسی میت کے ورثاء میں سے عصبات تو کوئی نہ ہوں مگر ان میں ذوی الفروض نسبی کے ساتھ ذوی الفروض سببی (احدالزوجین یعنی میاں بیوی میں سے) بھی موجو ہو۔اس کے لئے قاعدہ نمبر 2 کو استعمال کیا جائے گا۔

قاعدہ(2)

وارث کا حصہ بعدالرّد:
$$\frac{\text{حصہ قبل الرّد} \times \text{مابقی من احدالزوجین}}{\text{من یرد علیہم کے کل حصص کا مجموعہ}}$$

اس قسم کے "مسائل رد" کے حل کے لئے 3 چیزوں کا معلوم کرنا ضروری ہے:

(1) کسی وارث کا اصل حصہ جس کا وہ شرعی طور پر مستحق ہے مثلاً نصف، ربع ثلث وغیرہ.

(2) ذوی الفروض میں سے ''مابقی من احدالزوجین'' اس کا مطلب یہ ہے کہ احد الزوجین کا حصہ "1" سے منفی کیا جائے۔مثلاً اگر کسی صورت میں بیوی کا حصہ ربع (1/4 یعنی 0.25) بنتا ہے تو مابقیہ من احدالزوجین 0.25-1=**0.75** بن جائے گا۔

(3) من یرد علیہم کے حصص کا مجموعہ۔اس سے مراد ان ذوی الفروض کے حصص کا مجموعہ جن پر رد کیا جاتا ہو بالفاظ دیگر ان سے مراد ذوی الفروض نسبی ہیں یا مراد یہ کہ زوجین کے علاوہ باقی سارے ذوی الفروض ان میں شامل ہیں۔

چنانچہ ان تینوں امور کو معلوم کر کے مذکورہ بالا قاعدہ (فارمولہ) میں درج کرنے کے بعد جب حسابی عمل سے گزر جائے تو نتیجۃً وارث کا حصہ (بعد الرد) حاصل ہو جائے گا۔

مثال نمبر (1):

سلیم فوت ہوا اور پیچھے ایک بیوی، 4 جدات اور 6 اخیافی بہنیں بحیثیت ورثاء رہ گئے۔ اگر کل ترکہ ایک لاکھ (100000) روپے ہو تو ہر وارث کا حصہ معلوم کریں۔

میت

	زوجہ	جدات 4	اخوات لام 6
اصل حصّے	1/4 (0.25)	1/6 (0.1667)	1/3 (0.3334)
حصے بعد الرد	=	0.25	0.5
فیصدی حصے	**25%**	**25%**	**50%**

تفصیل :

کل حصص کا مجموعہ: 0.25 + 0.1667 + 0.3334 = **0.750**

چونکہ مجموعہ حصص "1" سے کم ہے اور عصبہ بھی کوئی نہیں لہٰذا یہ صورت ''رد'' کی ہے۔

علاوہ ازیں اس میں احد الزوجین موجود ہے لہٰذا یہاں قاعدہ نمبر 2 کا اطلاق ہوگا۔

وارث کا حصہ بعد الرّ د:

$$\frac{\text{حصہ قبل الرّ د} \times \text{مابقی من احد الزوجین}}{\text{من یرد علیہم کے کل حصص کا مجموعہ}}$$

امور ثلاثہ میں سے:

(۱) یعنی ''حصہ قبل الرّ د'' تو اوپر معلوم ہو گیا باقی ۲ درجہ ذیل ہیں:

(۲) من یر د علیھم کے حصص کا مجموعہ =

0.50 = 0.3334 + 0.1667:

(۳) مابقی من احد الزوجین :0.25 - 1 = **0.75**

چونکہ زوجہ پر رد نہیں ہوسکتا لہٰذا زوجہ کا وہی حصہ ہوگا جو اسے پہلے ملا ہے یہاں زوجہ کے علاوہ پر رد کر کے ان کو حصہ دیا جائے گا۔ چنانچہ قاعدہ مذکورہ کی بنا پر:

-(2) 4 جدات کا حصہ بعد الرد: $\frac{0.75 \text{ X} 0.16667}{0.50}$ = 0.25 یا **25%**

(3) 6 اولاد الام کا حصہ بعد الرد: $\frac{0.75 \text{ X} 0.3334}{0.50}$ = 0.5 یا **50%**

تقسیم ترکہ:

(۱) 4 دادیوں کا حصہ : 0.25 X 100000 = **25000** روپے

لہٰذا ہر ایک دادی کا حصہ :25000/4 : 12500 روپے

(2) 6 اخیافی بہن بھائیوں کا حصہ:100000 X0.5= **50000** روپے

لہٰذا ہر ایک بہن بھائی کا حصہ: 50000/6 =8333.333 روپے

(3) زوجہ کا حصہ: 0,25 X 100000 = **25000** روپے

مثال نمبر(2):

میت

	زوجات 4	بیٹیاں 9	دادیاں 6
اصل حصے	1/8 (0.125)	2/3 (0.6667)	1/6 (0.1667)
حصے بعد الرد	،،	0.70	17.5
فیصدی حصے	12.5%	70%	17.5%

تفصیل :

کل حصص کا مجموعہ: 0.125+0.6667+0.1667= **0.9584**

چونکہ مجموعہ حصص "1" سے کم ہے اور عصبہ بھی کوئی نہیں لہٰذا یہ صورت ''رد'' کی ہے۔ علاوہ ازیں اس میں احد الزوجین موجود ہے لہٰذا یہاں قاعدہ نمبر 2 (ص:۱۰۹) کا اطلاق ہوگا۔

ارث کا حصہ بعد الرّد:

$$\frac{\text{حصہ قبل الرّد} \times \text{ماقی من احد الزوجین}}{\text{من یرد علیھم کے کل حصص کا مجموعہ}}$$

امور ثلاثہ میں سے پہلا:

(۱) یعنی ''حصہ قبل الرّد'' تو اوپر معلوم ہوگیا باقی ۲ درجہ ذیل ہیں:

(۲) من یرد علیھم کے حصص کا مجموعہ: 0.667 + 0.166 = **0.8334**

(۳) ماقی من احد الزوجین : 0.125 - 1 = **0.875**

چونکہ زوجہ پر رد نہیں ہوسکتا لہٰذا زوجہ کا وہی حصہ ہوگا جو اسے پہلے ملا ہے یہاں زوجہ کے علاوہ پر رد کر کے ان کو حصہ دیا جائے گا۔ چنانچہ:

9 بیٹیوں کا حصہ بعد الرّد: $\frac{0.875 \times 0.6667}{0.8334}$ = **0.70** یا **0.70%**

6 جدات کا حصہ بعد الرّد: $\frac{0.875 \times 0.1667}{0.8334}$ = **17.5** یا **17.5%**

تقسیم ترکہ:

(1) 4 بیویوں کا حصہ : 0.125 X 100000 = 12500 روپے

ہر بیوی کا حصہ : 12500/4= **3125** روپے

(2) 9 بیٹیوں کا حصہ : 0.70 X 100000 = 70000 روپے

ہر بیٹی کا حصہ: 70000/9= **7777.8** روپے

(3) 6 دادیوں کا حصہ : 0.175 X 100000 = 17500 روپے

ہر دادی کا حصہ: 17500/6= **2916.7** روپے

پڑتال: 12500+70000+17500= 100,000 روپے

فصل پنجم

مقاسمۃ الجد

(۱) سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین فرمالیجئے گا کہ میراث کی کتابوں میں بالخصوص سراجی میں مقاسمۃ الجد کی بحث بنیادی طور پر حضرت زید بن ثابتؓ کے مسلک کی توضیح ہے۔جس کے رو سے ''جد'' قائم مقام باپ کے نہیں (جس سے بنوالاعیان والعلات محجوب ہوجاتے ہیں) بلکہ اس کے ساتھ بنوالاعیان والعلات باقاعدہ طور پر وراثت کے مستحق ہوتے ہیں،اوراسے (یعنی جدکو) ایک بھائی کے برابر عصبہ قرار دے دیا گیا ہے چنانچہ انہی ابحاث کوسراجی وغیرہ میں ''مقاسمۃ الجد'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

(۲) اصولی طور پر اسی بحث کوہمیں ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ ''جد'' احناف کے نزدیک مثل ''باپ'' کے ہوتا ہے بشرطیکہ باپ موجود نہ ہو۔اس کی تفصیل پچھلے صفحات میں ذوی الفروض کے ذیل میں گزرچکی ہے۔لہٰذا حنفی ہونے کی حیثیت سے جب ہم ایسی صورت حال سے دوچار ہوں گے جیسا کہ یہاں ذکر کیا جارہا ہے تو ہم مقاسمۃ الجد جیسی تفصیلی ابحاث میں پڑے بغیر ''جد'' کومثل اب قرار دے کر اس کی وجہ سے تمام بنو الاعیان اور بنوالعلات (یعنی تمام بہن بھائی) وراثت سے محروم قرار دیں گے۔

(۳) مگر یہاں مقاسمۃ الجد کی بحث تحریر کرنے کی منشاء یہ ہے کہ چونکہ مدارس اسلامیہ کے طلباءسراجی میں اس باب کو پڑھتے ہیں تو مناسب معلوم ہوا ایک مختصر انداز میں محض ایک علمی استفادے کی خاطر طلباءکرام کے لئے اسے نقل کیا جائے۔

مقاسمت کا مطلب:

مقاسمت کا مطلب یہ ہے کہ بنوالاعیان والعلات کے ساتھ دادا کو ایک بھائی کے مثل قرار دیا جائے اور اسی کے مطابق اس کو ترکہ میں سے حصہ دیا جائے۔ جد کے حوالے سے یہاں بنیادی طور پر دوصورتیں بنتی ہیں۔ایک یہ کہ ورثا میں سے اس کے ساتھ بنوالاعیان والعلات کے علاوہ دیگر ذوی الفروض شامل نہ ہوں دوسری یہ کہ جد کے ساتھ کہ بنوالاعیان والعلات کے علاوہ دیگر ذوی الفروض بھی موجود ہوں۔

(ا) بنوالاعیان والعلات کے علاوہ دیگر ذوی الفروض نہ ہوں:

جب کسی میت کے ورثا میں سے جد اور بنوالاعیان والعلات کے علاوہ کوئی اور وارث موجود نہ ہو، تو اس صورت میں افضل الامرین کو اختیار کرنا ہوگا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ثلث الکل یا مقاسمت میں سے جو صورت جد کے لئے مفید ہو اسے اختیار کیا جائے گا۔

تنبیہ: یہ بات ذہن نشین رہے کہ بنوالاعیان کے ہوتے ہوئے بعض صورتوں میں بنو العلات وارث نہیں ہوتے اور بعض صورتوں میں ہوتے ہیں۔علاتی بہنوں کے حالات میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔خیر بنو العلات وارث ہوں یا نہ ہوں مگر دادا کا حصہ کم کر دینے کے لئے (مقاسمت میں) ان کو بھی شمار کیا جائے گا۔اور جب رؤس کے مطابق مسئلہ بنا کر دادا کو اس کا حصہ (مثل ایک بھائی یا دو بہنوں کے) دیا جائے۔تو اسی صورت میں بنوالعلات محروم ہو کر نکل جائیں گے اور باقی مال بنوالاعیان کا ہو جائے گا لیکن جب عینی صرف ایک بہن ہو تو اس صورت میں دادا اور حقیقی بہن کو اپنا اپنا حصّہ دینے کے بعد جو

مال بچ جائے گا وہی مال بنوالعلات کو دیا جائے گا۔مثال ذیل ملاحظہ ہو:

(i) مثلاً ورثا میں سے ایک دادا، ایک حقیقی بہن اور دو علاتی بہنیں ہیں۔اس صورت میں جد کے لئے ثلث سے مقاسمت بہتر ہے (ا) تفصیل اس کی یہ ہے کہ دادا مثل 1 بھائی (یعنی دو بہنوں کے برابر) ہے، آگے مزید 3 بہنیں تو اسی طرح کل حصے 5 بن گئے۔اب مقاسمت کی بنیاد پر دادا کو دو حصے (یعنی 2) مل جائیں گے۔حقیقی بہن کو نصف (یعنی 2.5) اور علاتی بہن کے لئے بقایا آدھا (0.5) ملے گا۔اور اگر ثلث کا حساب کیا جائے تو دادے کو 6 میں سے 2 حصے ملیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ 2/5 زیادہ ہے 2/6 (یعنی ثلث) سے۔یعنی ثلث کی صورت میں 2/5 کی بجائے 2/6 ملے گا۔

میت

	دادا	حقیقی بہن	علاتی بہنیں 2
اصل حصے	$\frac{2}{5}$ = **0.4**	$\frac{2.5}{5}$ = **0.5**	$\frac{0.5}{5}$ = **0.1**
فیصدی حصے	40%	50%	10%

(ا) ملاحظہ ہو درس سراجی، مفتی محمد یوسف تاؤلی، استاذ دارالعلوم دیوبند، مکتبہ قاسمیہ لاہور، ص ۱۱۴

(ii)

یہاں کل رؤس چار بنتے ہیں۔ دو بہنیں اور ایک دادا جو کہ ایک بھائی یعنی دو بہنوں کے برابر ہے چنانچہ مسئلہ 4 سے بن جائے گا۔ سب سے پہلے 2 حصے دادا کو مل جائیں گے۔ اس کے بعد حقیقی بہن کا نصف، یعنی 2 حصے حقیقی بہن کے ہو گئے۔ جس کے بعد علاتی بہن کے لئے کچھ نہ بچا لہٰذا علاتی بہن محروم ہو گئی۔ یہاں بھی مقاسمت کی بنیاد پر دادا کو نصف مل گیا جو کہ ثلث سے زیادہ ہے۔

(۲) بنوالاعیان والعلات کیساتھ دیگر ذوی الفروض موجود ہوں:

اور اگر دادا کے ساتھ بنو الاعیان اور بنو العلات کے علاوہ اصحاب الفرائض میں سے کوئی دوسرا وارث بھی موجود ہو تو سب سے پہلے اس دوسرے وارث کو حصہ دیا جائے اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ دادا کے لئے تین چیزوں میں سے کونسی بہتر ہے۔ نمبر ا مقاسمت، نمبر ۲ ثلث مابقی اور نمبر 3 سدس جمیع المال۔ ان تینوں صورتوں میں سے دادا کے حق میں جو زیادہ مفید ہو اسی کو اختیار کیا جائے گا۔ ان تینوں کی الگ الگ مثالیں ذکر کی جارہی ہے۔

(ا) مقاسمت کی مثال:

مندرجہ بالا نقشہ اور طریقہ تقسیم سراجی کا تھا۔ ہمارا طریقہ کار مندرجہ ذیل ہے۔

صورت بالا میں راشدہ فوت ہوئی ہے جس کے ورثا میں سے شوہر، دادا اور ایک بھائی پیچھے رہ گئے۔ چونکہ فاطمہ کی اولاد نہیں لہٰذا شوہر کا حصہ نصف ہوگا۔ پس سب سے پہلے شوہر کا حصہ 1/2 دیا جائے گا۔ اس کے بعد بقایا حصے (یعنی 1/2 یا 0.5) میں دادا اور بھائی بطور عصبہ شریک ہوں گے۔ چنانچہ ہر ایک کا حصہ 0.25 بن گیا جو کہ 1/4 یعنی چوتھے کے برابر ہے۔ خلاصہ یہ کہ قسامت کی بنا پر دادا کا حصہ 1/4 آ گیا جو کہ سدس جمیع المال اور ثلث مابقی دونوں سے زیادہ ہے۔

(۲) ثلث مابقی کی مثال:
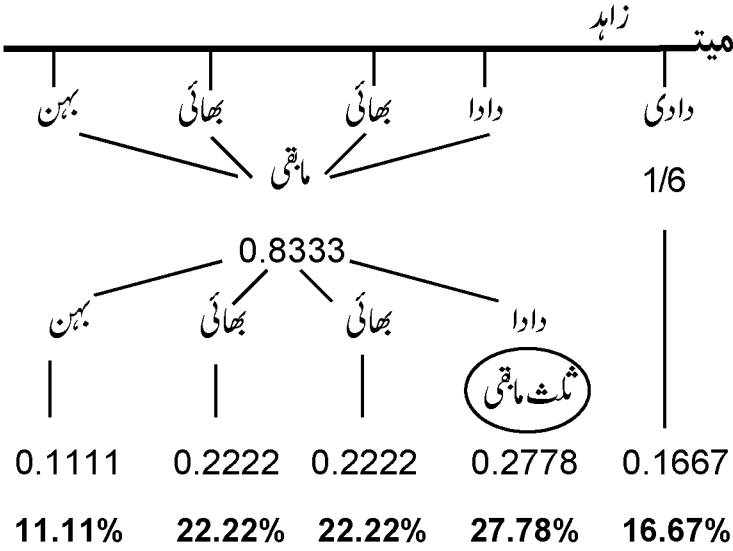
فیصدی حصہ:

1۔ دادی کا حصّہ: 0.1667 X 100 = **16.67%**

2۔ دادا کا حصہ: 0.2778 X 100 = **27.78%**

3۔ ہر بھائی کا حصہ: 0.2222 X 100 = **22.22%**

4۔ بہن کا حصہ: 0.1111 X 100 = **11.11%**

صورت مذکورہ میں پہلے دادی کو سدس دیا گیا۔ جو بقایا بچا اسے ۳ پر تقسیم کر کے ثلث دادا کو اور باقی دو یعنی ثلثین مابقی کو للذکر مثل حظ الانثیین کے رو سے بہن بھائیوں میں تقسیم کیا گیا۔

(۳) سدس جمیع المال کی مثال:

اسلم

میت

دوبھائی	بیٹی	دادی	دادا
بقایا(عصبہ)	1/2	1/6	1/6
0.1666	0.5	0.1667	0.1667
یا	یا	یا	یا
16.66%	50%	16.67%	16.67%

تفصیل:

مجموعہ حصص: 0.1667 + 0.1667 = 0.8334

مجموعہ حصص ''ا'' سے کم ہے مگر عصبات موجود ہیں چنانچہ مجموعہ حصص کو ایک سے منفی کر کے بقایا حصہ عصبہ کو دیا جائے گا۔

عصبہ کے لئے بقایا : 1-0.8334 = **0.1666**

ورثا کا فیصدی حصہ:

(1) دادا کا حصہ : 0.1667 X 100 = **16.67%**

(2) دادی کا حصہ: 0.1667 X 100 = **16.67%**

(3) بیٹی کا حصہ : 0.5 X 100 = **50%**

(4) ۲ بھائیوں کا حصہ: 16.66% = 0.1666 X 100

چنانچہ ہر بھائی کا حصہ: **8.33%** = 0.0833 X 100

صورت مذکورہ میں ''سدس جمیع المال'' کے بجائے اگر جد کو ''ثلث ماقی'' دیا جاتا تو دادی کو 16.67% اور بیٹی کو 50% مل جاتا۔ چنانچہ دادی اور بیٹی کے حصص دینے کے بعد بقایا 33.33% بچتا ہے، جس کا ثلث 11.11% بنتا ہے۔
اور اگر مقاسمت اختیار کرتے تو دادی اور بیٹی کا حصہ دینے کے بعد بقایا کو 5 رؤس پر تقسیم کرنے کے بعد دادا کو 2 حصے دینے سے 13.32% بنتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں (یعنی ثلث ماقی کی صورت میں 11.11% اور مقاسمت کی صورت میں 13.32%) سدس جمیع المال یعنی 16.67% سے کم ہیں۔

فصل ششم

مناسخہ

درس سراجی میں ''مسئلہ مناسخہ'' پچھلی تمام کتاب کا اکھٹا امتحان سمجھا جاتا ہے۔اس باب کے شروع میں شارحین سراجی کی ایک عبارت ملاحظہ ہو: ''یہ مسئلہ دماغ کی چولیں ہلا دیتا ہے اس لئے کہ اس باب میں ابواب سابقہ کا استحضار ضروری ہے(۱) مگر یہاں آپ ان شاء اللہ الرحمٰن مسائل مناسخہ کے حل میں اتنے پریشان نہیں ہوں گے جتنا اوپر ابھی آپ سن چکے۔ہمارے ہاں مناسخہ کا طریقہ معمولی فرق کے ساتھ بالکل وہی ہے جس طرح کہ پچھلے مسائل میں آپ پڑھ آئے ہیں۔وہ فرق صرف ایک امر کا خیال کرنا ہے، جو آگے نمبر 6 میں آرہا ہے۔مناسخہ کا مطلب یہ ہے کہ وارث نے ابھی اپنی میراث نہیں لی تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا اور اس کے ورثاء اس کے حصے کے وارث ہو گئے اور بسا اوقات یہ سلسلہ بہت طویل ہو جاتا ہے(۲) اس کے لئے چند اصولی امور ملاحظہ ہو۔

قابل توجہ امور:

(1) جس کا ترکہ ابھی زندہ لوگوں میں تقسیم ہونے والا ہو اس کو مورث اعلیٰ کہا جاتا ہے۔

(2)..... ہر میت کے ورثا لکھنے کے ساتھ ان کے نام بھی ضرور تحریر کریں تا کہ بعد میں التباس واختلاط کا خطرہ نہ رہے اور ورثاء اور ان کے حصص کا تعین آسان ہو۔

---

(۱) مولانا مفتی محمد یوسف۔استاد دارالعلوم دیوبند، درس سراجی، مکتبہ قاسمیہ لاہور ص۱۲۲

(۲) ایضاً

(3).....مورث اعلیٰ یا اس کے بعد کے وارثین میں سے جو زندہ نہ ہوں ان کے ناموں کے نیچے یہ نشان U لگا دیا جائے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ یہ ابھی زندہ نہیں ہے۔

(4).....اس نشان U والے شخص کا مسئلہ اوپر ذکر کردہ طریقے کے مطابق حل کر لیں۔

(5).....سب سے پہلے مورثِ اعلیٰ کی میت کی لکیر کھینچ کر اس کے نیچے اس کے ورثاء مع ناموں کے لکھئے اور لکیر کے دائیں جانب اوپر مورث اعلیٰ کا نام لکھئے اور کتاب ھٰذا میں پچھلے ابواب میں جو طریقہ کار پڑھ آئے ہو انہی اصولوں کے مطابق مسئلہ حل کر دو۔ جب یہ عمل ہو گیا اور ہر وارث کا حصہ اس کے نام کے نیچے لکھ دیا تو اب میت ثانی کی لکیر کھینچ کر اس کے نیچے اس کے ورثاء مع ناموں کے لکھو اور جو حصہ اس کو پہلے مسئلہ میں ملا تھا، اسے لکیر کے بائیں جانب ''مافی الید'' کے ساتھ لکھ کر میت ثانی کے ورثاء کے حصے کتاب ہٰذا کے عام اصول وقواعد کے مطابق معلوم کریں مگر یہ حصہ میت ثانی کے ورثاء کا ابھی اصل حصہ(۱) نہیں کہلائے گا بلکہ اب مزید ایک سٹیپ اس میت ثانی کے ورثاء کے اصل حصص معلوم کرنے کے لئے رہتا ہے وہ اگلے نمبر میں ملاحظہ ہو۔

(6) پہلی میت (یعنی مورث اعلیٰ) کے بعد نیچے جتنے بھی **میت** کے نقشے ہوں گے ان میں سے جس مسئلے میں **میت** کی لکیر کے بائیں جانب ''مافی الید'' لکھا ہوگا۔ اسی میں ہر وارث کے حصے کو ضرب دے کر اصل حصہ معلوم کریں اور ایک چھوٹی سی لکیر کے نیچے اسے تحریر کرے۔ گویا کہ ''مافی الید'' والی میت کے ورثاء کا اصل حصہ وہ کہلائے گا جو اس چھوٹی لکیر کے نیچے لکھا ہوا ہو۔ مثال ذیل میں زوجہ کے حصے 0.125 کو مافی الید 0.5 میں ضرب دیکر اصل حصہ 0.0625 یعنی 6.25% نکالا گیا ہے۔

---

(۱) اصل حصے سے مراد وہ حصہ ہے جو مورث اعلیٰ کی وراثت سے ملنے والا ہو۔

مثال:

میت	آصف	مافی الید :0.5 (یعنی 50%)
	زوجہ	بیٹا
	0.125(یعنی 1/8)	0.875(یعنی بقایا)
	0.0625یعنی 6.25%	**0.4375یعنی 43.75%**

(7) جس میت کا ذکر نمبر 6 میں ہو گیا یہ کون ہو گا۔ یہ وہ شخص ہو گا جو اپنے مورث سے میراث لینے سے پہلے فوت ہوا ہو۔نشاندہی کے لئے ایسا شخص جو تقسیم وراثت کے دوران حیات نہ ہو بلکہ تقسیم وراثت سے پہلے پہلے وفات پا چکا ہو،اس کے نام کے نیچے بڑے U کا نشان لگایا ہوتا ہے۔ گویا کہ جن ورثا کے نیچے اس U قسم کا نشان لگایا گیا ہو۔ آپ سمجھ جائے کہ تقسیم وراثت کے دوران یہ زندہ نہیں بلکہ اس کا حصہ آگے اس کے ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔ چنانچہ اس U نشان والے وارث کی وراثت کو مذکورہ بالا طریقے کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔اور یہی مناسخہ کہلاتا ہے۔

(8) اگر میت ثانی کے ورثاء وہی ہوں جو میت اول کے ہیں اور استحقاق کا درجہ بھی مساوی ہو تو اس کو دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ زید کا انتقال ہو گیا اور اس نے دو بیٹے (خالد اور بکر) اور دو بیٹیاں (فاطمہ اور زینب) چھوڑیں۔اور اس کے بعد تقسیم ترکہ سے پہلے ایک بیٹے (خالد) کا انتقال ہو گیا اور اس کا کوئی وارث مذکورہ بالا افراد (یعنی ایک بھائی اور دو بہنوں) کے علاوہ نہیں ہے،تو اس کو کالعدم شمار کرتے ہوئے میت اول

کا مسئلہ حل کر دیا جائے گا اور اس کے نام کے نیچے ''کان لم یکن'' یا ''گویا وہ نہیں تھا'' لکھ دیا جائے گا جیسا کہ مندرجہ ذیل مثال میں لکھا گیا ہے۔پس رؤس چار حساب ہوں گے۔

(9) جب یہ سلسلہ ختم ہو جائے تو بعد میں **الاحیـــاء** کے نیچے تمام زندہ وارثین کو اتار لو اور پورے نقشہ میں غور کر لو کہ ہر وارث کو جہاں جہاں جتنا ملا ہے وہ اس کے نام کے نیچے لکھ دو۔

(10) یہ خیال کرنا کہ یہاں **الاحیـــاء** کے تحت ورثاء کے حصص تحریر کرنے کے لئے میت ثانی یا ثالث وغیرہ کے ورثاء کے وہی حصص نقل کئے جائیں جو چھوٹی لکیروں کے نیچے ہوں۔جیسا کہ نمبر 6 میں مذکور مثال میں زوجہ کا حصہ 0.0625 یعنی 6.25% لکیر کے نیچے لکھا گیا ہے (۱) اگلے صفحے پر سراجی ہی کی مثال ملاحظہ ہو۔

---

(۱) یہ بات ذہن نشین فرمالیجئے گا کہ امور بالا میں طریقہ کار سے قطع نظر باقی سارے اصول وہی ہیں جو عام طور پر سراجی وغیرہ طریقہ کار میں بھی اختیار کئے جاتے ہیں، یہاں اگر کوئی چیز زائد ہے تو وہ صرف نمبر 6 ہی تو ہے۔مگر واضح رہے کہ اسی نمبر 6 ہی کی وجہ سے مناسخہ کا نہایت مشکل مسئلہ بالکل آسان بنا دیا گیا ہے۔لہٰذا امور عشرہ کو پڑھ کر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

مثال :

ایک عورت مسماۃ سلیمہ وفات پا گئی جس کے ورثاء زوج (زید)، ماں (عظیمہ) اور ایک بیٹی (کریمہ) رہ گئے۔مگر تقسیم وراثت سے پہلے زید کا انتقال ہو گیا جس کی ایک بیوی (حلیمہ) اور ماں (رحیمہ) باپ (عمرو) رہ گئے ابھی میراث تقسیم نہیں ہوئی تھی کہ کریمہ (سلیمہ کی بیٹی) فوت ہوگئی جس کے ورثاء ایک بیٹی (رقیہ) دو بیٹے (خالد اور عابد) اور ایک نانی عظیمہ رہ گئے بعد ازاں عظیمہ کی وفات ہوگئی جو یک شوہر (بکر) دو بھائی (عامر اور امین) ورثاء چھوڑ گئی۔ (۱)

میت سلیمہ

زوج	بنت	ماں
زید	کریمہ	عظیمہ
1/4	1/2	1/6
(0.25)	(0.5)	(0.1667)

مجموعہ حصص: 0.25 + 0.5 + 0.1667 = **0.9167**

چونکہ مجموعہ حصص 1 سے کم ہے، لہٰذا مسئلہ ''ردیہ'' ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ یہاں اس میں زوج (جس پر رد نہیں ہوتا) بھی شامل ہے لہٰذا قاعدہ نمبر 2 کے مطابق اس کے لئے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) سجاوندی، سراج الدین محمد بن عبدالرشید، السراجی فی المیراث، تاج محل کمپنی پشاور، (ص ۳۲، ۳۳)

وارث کا حصہ بعد الرّد:
$$\frac{\text{حصہ قبل الرّد X مابقی من احد الزوجین}}{\text{من یرد علیہم کے کل حصص کا مجموعہ}}$$

1۔ وارث کا قبل الرد حصہ .... یہ تو اوپر حاصل ہو گیا۔

2۔ مابقی من احد الزوجین: 1 - 0.25 = **0.75**

3۔ من یرد علیہم کے حصص کا مجموعہ: 0.5 + 0.1667 = **0.6667**

چنانچہ:

بنت کریمہ کا حصہ بعد الرد: $\frac{0.75 \text{X} 0.5}{0.6667}$ **=0.562**

ماں عظیمہ کا حصہ بعد الرد: $\frac{0.75 \text{X} 0.1667}{0.6667}$ **= 0.188**

لہٰذا بعد الرد مسئلہ:

لے ہر وارث کے حصے کو مافی الید میں ضرب دے کر اصل حصے نکل آئے جو کہ لکیر کے نیچے درج ہیں مثلاً زید کے ورثاء کے اصل حصے 0.0625,0.125,0.0625 اسی طرح کریمہ کے ورثاء کے اصل حصص وہ ہیں جو چھوٹی لکیروں کے نیچے درج کئے گئے مثلاً نانی کا حصہ 0.093. ،بیٹوں کے حصے 0.188 اور بیٹی کا حصہ 0.093 ،چنانچہ الاحیاء کے تحت انہی حصوں کو درج کرنا ہے
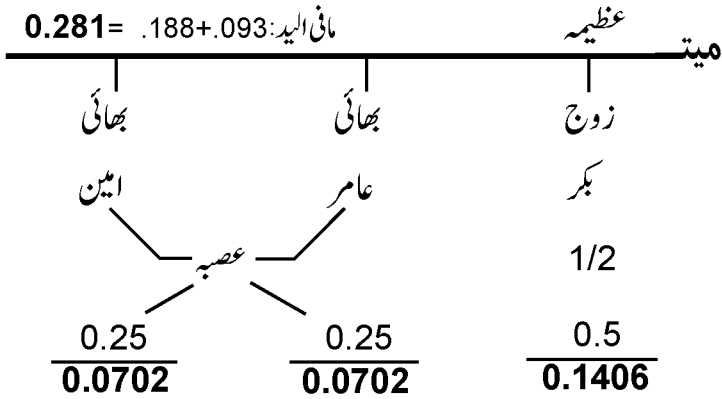
اب آخر میں ان تمام لوگوں کے نام لکھ کر الاحیاء کے تحت درج کریں جن کے نیچے ☐ کا نشان نہیں لگا ہے۔علاوہ ازیں ایک شخص کو اگر ایک سے زیادہ حصے ملے ہوں تو ان کو جمع کر کے متعلقہ وارث کے ساتھ ایک عدد میں تحریر کریں، یہ اہتمام کسی وارث کے کھاتے میں خصوصاً مافی الید کے موقع پر نہایت ضروری ہوتا ہے جیسا کہ مسماۃ عظیمہ کے نقشے میں کیا گیا ہے۔

تقسیم ترکہ:

اگر کل ترکہ ایک لاکھ روپے ہیں تو تمام ورثاء میں مندرجہ ذیل طریقہ پر تقسیم کیا جائے گا، فارمولہ مندرجہ ذیل ہے۔

حلیمہ : 0.0625 X 100000 = 6250 روپے

رحیمہ : 0.0625 X 100000 = 6250 روپے

رقیہ : 0.093 X 100000 = 9300 روپے

عمرو : 0.125 X 100000 = 12500 روپے

خالد : 0.188 X 100000 = 18800 روپے

عابد : 0.188 X 100000 = 18800 روپے

بکر : 0.1406 X 100000 = 14060 روپے

عامر : 0.0702 X 100000 = 7020 روپے

امین : 0.0702 X 100000 = 7020 روپے

پڑتال :

6250 + 6250 + 9300 + 12500+ 18800 + 18800+

14060 + 7020 + 7020 = **100,000**

باب چہارم

(ذوی الارحام)

فصل اوّل: وراثت کا تقسیم کار

فصل دوم: ذوی الارحام کی اقسام

(۱) فروع المیت

(۲) اصول المیت

(۳) فروع اصول المیت

(۴) فروع اصول بعید

فصل اوّل

ذوی الارحام

ذوی الارحام کا باب نہایت تفصیلی اور وسیع ہے یہاں ان شاء اللہ الرحمٰن کوشش کی جائے گی کہ اسے ایک خلاصہ کی شکل میں پیش کیا جاسکے۔

ذوی الارحام کا لغوی معنی ہے مطلق رشتہ دار مگر اصطلاح شریعت میں اس قریبی رشتہ دار کو کہا جاتا ہے جو نہ تو ذوی الفروض میں شامل ہوں اور نہ عصبات میں سے ہو۔(۱)

حکم:

بنیادی طور پر ذوی الارحام کی وراثت میں ایک اختلاف یہ ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک ذوی الارحام وراثت کے مستحق نہیں ہوتے بلکہ ذوی الارحام کے علاوہ اگر کوئی اور وارث نہیں تو ترکہ بیت المال میں جمع کیا جائے گا۔ یہ قول حضرت زید بن ثابتؓ، ایک شاذ روایت ابن عباسؓ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ذوی الارحام بھی ایسے ہی وراثت کے مستحق ہیں جیسا کہ عصبات ہو تے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی شخص موجود نہ ہو چنانچہ

---

(۱) شریفیہ شرح سراجیہ، سید شریف علی جرجانی، مکتبہ حقانیہ پشاور، ص ۹۵

حاشیہ ردالمحتار علی درالمختار، لابن عابدین الشامی، دارالعالم الریاض، سعودی عربیہ، ج ۷، ص ۵۴۵

اسی صورت میں اقرب فالاقرب کے اصول کے مطابق ان کے درمیان وراثت تقسیم کی جائے گی۔ یہی قول عام صحابہ کرام مثلاً حضرت عمرؓ علیؓ، ابن مسعودؓ، ابوعبیدہ بن الجراحؓ اور فقہاء ائمہ میں سے حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ، اور امام زفرؒ کا مسلک ہے۔(۱)

وراثت کا تقسیم کار:

تقسیم کار کے حوالے سے یہاں تین قسم کے آراء پائے جاتے ہیں، تفصیل درجہ ذیل ہے:

اوّل: پہلا قول یہ کہ ذوی الارحام میں سارے برابر کے مستحق ہیں، قریب وبعید کا کوئی فرق نہیں۔ جیسا کہ ایک میت کے وارث اس کا نواسہ، نواسی، ماموں خالہ، پھوپھی، بھانجا اور بھانجی رہ گئے چنانچہ کل ترکہ 9 حصے کر کے سب میں برابر برابر تقسیم کیا جائے گا۔ ان حضرات کو اھل الرحم کہا جاتا ہے۔ ان حضرات میں نوح بن دراجؒ، حبیش بن مبشرؒ اور ان کے متبعین شامل ہیں۔

دوم: دوسرا قول یہ ہے کہ جن کی اولا دہوان کی (یعنی اصول کی) مناسبت سے ان کو حصہ دیا جائے۔ جیسا کہ ایک میت کے وارث اس کی نواسی اور بھانجی رہ گئی تو نواسی کو میت کی بیٹی کا حصہ یعنی کل مال کا نصف دیا جائے گا۔ اور بھانجی کو بہن کی طرح نصف دیا جائے گا۔ یہ قول حضرت شعبیؒ، مسروق، نعیم اور ابو عبیدہ اور حسن بن زیاد رحمھم اللہ کا ہے۔ ان حضرات کو اھل التنزیل کہا جاتا ہے کہ انہوں نے وارث کے واسطے کو نیچے لایا۔

---

(۱) سراجی ص ۳۴

سوم: ان حضرات کے نزدیک ذوی الارحام میں بھی قرابت کا لحاظ ضروری ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں واضح ارشاد ہے۔ اولو الارحام بعضھم اولی ببعض ،اس لئے ذوی الارحام میں بھی قرآن حکیم کا یہ قاعدہ معیار قرار دیا جائے گا۔یہ قول امام ابوحنیفہ، ابو یوسف ،امام محمد اور امام زفر رحمھم اللہ کا ہے۔ اور اسی پر احناف کا فتویٰ ہے۔ان حضرات کو اھل القرابة کہا جاتا ہے(۱)

☆☆☆☆☆

(۱) آئین وراثت،قاضی محمد زاہد الحسینی،مکتبہ زاہدیہ،مکی مسجد اٹک شہر،۱۰۳،۱۰۴۔بتغییر یسیر وکذا شریفیہ شرح سراجیہ،سید شریف علی جرجانی،مکتبہ حقانیہ پشاور ص۱۰۰

فصل دوم:

ذوی الارحام کی اقسام

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ احناف کے نزدیک ذوی الارحام میں بھی تعصیب کی طرح اقرب فالاقرب کے قاعدے کے مطابق تقسیمِ وراثت جاری ہوگی تو اب یہاں اسی ترتیب کو مدنظر رکھ کر ذوالارحام کے قرب وبعد کے اعتبار سے اقسام کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے ذوی الارحام کی چار قسمیں بنتی ہیں۔

(ا) فروع المیت

یہ ذوی الارحام کی پہلی قسم ہے اس میں میت کے فروع شامل ہیں یعنی:

نمبر **1**۔ بیٹیوں کی اولاد مثلاً نواسے نواسیاں نمبر **2**۔ اور پوتیوں کی اولاد

اس کی مندرجہ ذیل تین حالتیں بنتی ہیں:

حالت نمبر ا:

اگر متعدد ہوں مگر درجہ میں برابر نہیں، بلکہ قریب وبعید ہوں تو اقرب وراثت کا زیادہ مستحق ہے بنسبت ابعد کے مثال ھذا میں سعیدہ، شاکرہ سے اولیٰ ہے۔ چنانچہ سعیدہ وارث اور شاکرہ محروم ہوگی۔

میت

ابن — بنت — بنت (شاکرہ)

بنت — بنت (سعیدہ)

حالت نمبر۲:

اگر درجہ میں سب برابر ہیں تو وہ شخص زیادہ اولیٰ ہے جو میت کے وارث کی اولاد ہو بنسبت اس شخص کے جو کہ میت کے ذوی الارحام کی اولاد ہو۔ مثلاً سلیمہ (بنت بنت الابن) اولیٰ ہے بنسبت اسلم (ابن بنت البنت) کے۔ درجے میں اگرچہ دونوں برابر ہیں مگر سلیمہ، پوتی (یعنی وارث) کی بیٹی ہے اور اسلم، نواسی (یعنی ذوی الارحام) کا بیٹا ہے لہٰذا سلیمہ وراثت لیگی، جبکہ اسلم محروم ہو جائے گا۔

حالت نمبر۳:

.اگر درجہ میں ذوی الارحام سب برابر ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی میت کے کسی وارث کی اولاد نہیں بلکہ سارے ذوی الارحام ہی کی اولاد ہیں تو اس صورت میں امام صاحب اور صاحبین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ان کے فروعی رؤوس کا اعتبار کیا جائے گا۔ یعنی للذکر مثل حظ الانثیین کے اعتبار سے تمام رؤس پر وراثت برابر تقسیم ہوگی۔ مگر ابو یوسفؒ اور حسن بن زیادؒ کے نزدیک مطلقاً (یعنی اصول ذکورۃ وانوثۃ میں فروع کے موافق ہوں یا مخالف) جبکہ امام محمدؒ کے نزدیک موافقت کی صورت میں ابدان الفروع (کما قالا بہ) اور عدم موافقت کی صورت میں اعتبار اصول الفروع کا ہوگا۔ باقی اس میں مزید تفصیل ہے ضرورت کے پیش نظر مطولات کی طرف رجوع فرمالیں۔

(۲) اصول المیت:

یہ ذوی الارحام کی دوسری قسم ہے اس میں میت کے اصول شامل ہیں ان سے مراد اجداد و جدات فاسدہ (یعنی نانا باپ کا نانا اور نانیاں) ہیں (۱) ان کی 5 صورتیں ہیں:

حالت نمبر ۱:

اگر دوسری قسم کے ذوی الارحام ایک سے زیادہ ہوں لیکن بعض رشتے میں قریب اور بعض دور کے ہوں تو اقرب وارث ہوگا اور ابعد محروم ہوگا خواہ سب ماں کے رشتہ کے ہوں یا باپ کے۔ جیسے میت کی والدہ کا باپ (نانا) اور میت کی نانی کا باپ:
تو یہاں نانا اقرب ہے لہٰذا یہ وارث جبکہ نانی کا باپ ایک درجہ دوری کی وجہ سے محروم۔

حالت نمبر ۲:

اس میں بھی ذوی الارحام کی تعداز یادہ ہوں، مگر سب رشتہ میں برابر ہوں۔ البتہ بعض کا رشتہ میت سے وارث کے واسطہ سے ہو اور بعض کا غیر وارث (ذوی الارحام) کے واسطہ سے، تو اس میں دو رائے ہیں: پہلی رائے یہ ہے کہ ذوی الارحام بواسطہ وارث کو ترجیح دی جائے گی اور دوسرے محروم ہوں گے اسی کو سراجی میں اولیٰ قرار دیا گیا

---

(۱) جد فاسد وہ مذکر اصل بعید ہے جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں مؤنث کا واسطہ آجائے۔ جیسے میت کی ماں کا باپ (نانا) میت کی ماں کا نانا اور دادا وغیرہ
جدہ فاسدہ وہ مؤنث اصل بعید ہے جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں جد فاسد کا واسطہ آجائے جیسا کہ میت کے نانا کی ماں، نانا کی ماں کی ماں (طرازی، ص: ۲۳۸)

ہے۔دوسری رائے یہ ہے کہ ذوی الارحام جس واسطے سے بھی رشتہ دار بنے ہوں سب استحقاق وراثت میں برابر ہیں اور اسی کو شامیؒ نے راجح قرار دیا ہے(۱) جیسا کہ نانا اور نانی کا باپ، پہلے قول کے مطابق نانا وارث ہوگا اور نانی کا باپ محروم(۲) جبکہ دوسری رائے کے مطابق نانا اور نانی کا باپ دونوں وارث ہیں۔

حالت نمبر۳:

ذوی الارحام متعدد ہوں اور درجہ میں بھی برابر ہوں مگر سب کا رشتہ ایک ہی نوعیت کا ہو یعنی یا تو سب کا رشتہ بواسطہ وارث یا بغیر وارث ہو تو ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے حساب سے باعتبار رؤوس ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔

حالت نمبر۴:

تیسری صورت ہو مگر کسی بطن میں صفت ذکورت وانوثت میں اختلاف ہو تو پہلے ترکہ اولین اختلافی بطن میں تقسیم ہوگا پھر اوپر جائے گا اور مذکر کو مؤنث کا دوگنا ملے گا۔جیسا کہ میت کے دادے کی دادی کا باپ اور میت کے دادی کی نانی کا باپ۔ترکہ پہلے بطن دوم (جو کہ دادا اور دادی ہیں) میں تقسیم ہوگا دادا کو دو اور دادی کو ایک حصہ ملے گا ،پھر وہی پانچویں بطن میں زندہ وارثوں کو ملے گا۔

---

(۱) ففی الاول قیل یقدم المدلی بوارث کما فی الصنف الاول فابوام الام اولیٰ من ابی ابی الام لادلاء الاول بالجدة الصحیحة ،والثانی بالجدالفاسد،وقیل هما سواء وهو الا صح کما فی الاختیار وسکب الانهر وغیرهما : (ردالمحتار، ج:۱۰،ص:۵۴۹)

(۲) کیونکہ نانا کا رشتہ والدہ کے کے واسطہ سے ہے اور وہ ذوات الفروض میں سے ہے۔

حالت نمبر۵:

صورت تیسری ہومگر ذکورت وانوثت کا اختلاف پہلے بطن میں واقع ہوتو اسی صورت میں ترکہ اولاً پہلے بطن میں للذکر مثل حظ الانثیین کے حساب سے تقسیم ہوگا پھر انہی کے ورثا کو وہی حصہ ملے گا جو انہوں نے بطن اول میں باعتبار ذکورت وانوثت لیا ہو۔

نوٹ:

ذوی الارحام کی پہلی قسم کے تقسیم ترکہ میں صاحبین کا اختلاف تھا یہاں قسم ثانی میں بالاتفاق تقسیم ترکہ اختلاف بطون کے اعتبار سے ہوگا۔علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: وقد اعتبر ابو یوسف هنا اختلاف البطون وان لم یعتبره فی الصنف الاول (۱)

(۳) فروع اصول المیت

تیسری قسم کے ذوی الارحام وہ ہیں جو میت کے اصول (والدین) کے فروع (اولاد البنات اور بنات الاولاد) ہو جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱.......حقیقی، علاتی اوراخیافی بہنوں کی اولاد (مذکر ومؤنث)

۲.......حقیقی، علاتی اوراخیافی بھائیوں کے نواسے اورنواسیاں نیچے تک۔

تیسری قسم کے ذوی الارحام مثل صنف الاول کے ہیں تاہم اس کی چار حالتیں ہیں۔

حالت نمبر۱:

اگر ذوی الارحام متعدد ہوں اور درجہ میں برابر نہیں بلکہ قریب وبعید ہوں تو اقرب

---

(۱) شامی، ج:۱۰، ص:۵۵۰

کو میراث ملے گی اور ابعد محروم ہو جائے گا۔ جیسے بھانجا ہو تو بھانجے کا لڑکا محروم ہوگا۔

حالت نمبر ۲:

اگر صورت مذکورہ بالا ہو مگر ایک یہ کہ سب کا درجہ برابر ہو دوسرا یہ کہ ان میں سے بعض عصبات کی اولاد ہو اور بعض ذوی الارحام کی ۔تو اس صورت میں اولاد العصبہ میراث لیں گی اور اولاد ذوی الارحام محروم ہو گی۔ جیسے بھتیجے کی بیٹی اور بھانجی کا بیٹا تو ساری میراث بھتیجے کی بیٹی کو ملے گی اور بھانجی کا بیٹا محروم۔

حالت نمبر ۳:

اگر صورت مذکورہ بالا ہو مگر سب اخیافی بہن کی اولاد یا اولاد در اولاد ہو، تو:

۱۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق ترکہ صرف فروع پر تقسیم ہوگا۔

۲۔ چونکہ اخیافی بہن بھائی کا حصہ برابر ہوتا ہے لہٰذا امام محمدؒ کے نزدیک اولاً حصہ ان کے اصول پر برابر تقسیم ہوگا پھر وہی حصہ فروع کو ملے گا۔ مثلاً اخیافی بھائی کی پوتی اور اخیافی بہن کا نواسا۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھائی کی پوتی کو ایک اور بہن کے نواسے کو دو ملیں گے اور امام محمدؒ کے نزدیک اخیافی بہن بھائی برابر کے حقدار ہونے کی وجہ سے دونوں وارثوں کو برابر حصہ ملے گا۔

حالت نمبر ۴:

صورت مذکورہ بالا ہو یعنی ذوی الارحام متعدد اور درجے میں سب برابر ہوں، مگر سب غیر عصبہ کی اولاد ہو یا سب عصبہ کی اولاد ہو یا بعض عصبہ اور بعض ذوی الفروض کی

اولاد ہو۔تو امام ابو یوسفؒ اقویٰ کا اعتبار کرتے ہوئے اضعف کومحروم قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ حقیقی بہن بھائی کی اولاد کو،علاتی اور اخیافی بہن بھائی کی اولاد پراور علاتی بہن بھائی کی اولاد کواخیافی بہن بھائی کی اولاد پرترجیح دیتے ہوئے مرجوح کومحروم قرار دیتے ہیں۔اوراس کے برعکس امام محمدؒ قسم اول کی طرح صفت ذکورت وانوثت اورتعدد فروع کی صورت میں فروع کی تعداد صول میں ملحوظ رکھ کر پہلے ترکہ اصول پر تقسیم کرتے ہیں۔

فائدہ:

صورت بالا میں ترجیح امام محمدؒ کے قول کو ہے وعند محمد وهو الظاهر من قول ابی حنيفةؒ: يقسم المال على الاصول، اى الاخوة والاخوات مع اعتبار عدد الفروع والجهات فی الاصول(۱) ترجمہ: امام ابوحنیفہ سے امام محمد کی ظاہر روایت یہ ہے کہ اصول میں عدداور جہات کا اعتبار کرتے ہوئے مال کواصول یعنی بہن بھائیوں پر تقسیم کیا جائے۔

(۴)فروع اصول بعید

چوتھی قسم کے ذوی الارحام میت کے اصول بعیدہ کے فروع قریبہ اور بعیدہ ہیں،چنانچہ مصنف سراجیؒ نے صنف رابع کو دوحصوں میں تقسیم کیا ہے جیسا کہ:

(۱) میت اوراس کے والدین کی پھوپھی،خالہ،ماموں اخیافی چچا۔

(۲) ان کی اولاد.....آخر تک۔ چنانچہ دونوں کی تفصیل الگ الگ ملاحظہ ہو:

---

(۱) شامی،ج:۱۰،ص:۵۵۰

نمبر(۱) کی تفصیل

ان کی چار حالتیں بنتی ہیں:

حالت نمبر۱: اگر پھوپھی، خالہ...الخ میں سے کوئی ایک ہوتو کل ترکہ اسی کو ملے۔مثلاً ورثاء میت میں سے صرف اس کی پھوپھی یا خالہ رہ گئی تو سارا ترکہ اسی کو ملے گا۔

حالت نمبر۲: اگر متعدد ہوں مگر جہت قرابت ایک ہو یعنی باپ کی جانب سے ہوں یا ماں کی جانب سے رشتہ قرابت ہو تو اسی صورت میں مذکر و مؤنث کی تفریق کیئے بغیر ان میں سے اقویٰ کو ترجیح دے کر ادنیٰ کو محروم کر دئے جائیں گے یعنی حقیقی سے علاتی، علاتی سے اخیافی محروم ہو جائیں گے اور اسی پر اجماع ہے، مثلاً باپ کی جانب حقیقی، علاتی اور اخیافی پھوپھیوں سمیت ایک اخیافی چچا رہ گیا تو ان میں سے حقیقی پھوپھی کو وراثت ملے گی اور باقی سب محروم ہو جائیں گے۔اسی طرح ماں کی جانب حقیقی، علاتی ااور اخیافی خالہ ہوں اور ساتھ اخیافی ماموں ہو تو ان میں حقیقی خالہ ہی وارث ہوگی باقی سب محروم ہونگے، مذکورہ بالا مثالوں میں اخیافی چچا اور ماموں مذکر ہونے کے باوجود محروم ہو گئے کیونکہ درجہ قرابت میں حقیقی مؤنثات (پھوپھی اور خالہ) سے دور ہیں۔

حالت نمبر۳: اگر ذوی الارحام متعدد ہوں مگر اتحاد جہت کے ساتھ ساتھ ان کا درجہ قرابت برابر ہو اور ان میں مذکر و مؤنث دونوں موجود ہوں تو لـلذ کر حظ الانثیین کے حساب سے ان میں ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔مثلاً اخیافی چچا اور پھوپھی دونوں یا حقیقی ماموں و حقیقی خالہ یا علاتی ماموں و علاتی خالہ چنانچہ ان میں چچا، ماموں کو دو حصے جبکہ پھوپھی اور خالہ کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

چوتھی حالت: اگر حالت مذکور کی طرح ذوی الارحام متعدد ہوں مگر جہات قرابت مختلف ہوں یعنی بعض ماں اور بعض باپ کی جانب سے ہوں تو قوت قرابت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ چنانچہ حقیقی اور علاتی کا لحاظ کئے بغیر ترکہ اصول کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے گا یعنی باپ کے رشتہ داروں کے کھاتے میں دو حصے اور ماں کے رشتہ داروں کو ایک حصہ ملے گا۔ اس کے بعد ملنے والا حصہ باپ یا ماں کے رشتہ داروں میں (حالت نمبر۲ کی طرح) قوت قرابت کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے گا یعنی حقیقی کو علاتی اور علاتی کو اخیافی پر ترجیح دی جائے گی، مثلاً ایک طرف حقیقی اور علاتی پھوپھیاں دوسری طرف حقیقی اور علاتی خالائیں ہیں تو پھوپھیوں کو دو حصے اور خالاؤں کو ایک حصہ ملے گا۔ پھر حقیقی پھوپھی کی وجہ سے علاتی پھوپھی اور حقیقی خالہ کی وجہ علاتی خالہ محروم ہو جائیں گی۔

نمبر (۲) کی تفصیل:

اس میں، مذکورہ بالا ذوی الارحام کی اولا اور ان کی اولاد شامل ہیں ان کی بھی چار حالتیں ہیں:

حالت نمبر ۱: اگر میت کی چوتھی قسم کے ذوی الارحام کی اولاد متعدد ہو مگر قرابتِ رشتہ کے لحاظ سے ان میں قریب و بعید دونوں موجود ہوں۔ تو جانب اب و ام کا فرق کئے بغیر ان کے درمیان الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر تقسیم وراثت جاری ہوگی۔ چنانچہ مثلاً پھوپھی کے لڑکے کے مقابلے میں ماموں کی لڑکی کا لڑکا محروم ہو جائے گا۔

حالت نمبر۲: اگر صور مذکورہ ہو مگر جہت قرابت ایک ہو یعنی باپ کی جانب سے ہوں یا ماں کی جانب سے رشتہ قرابت ہو تو اسی صورت میں مذکر و مؤنث کی تفریق کئے

بغیر ان میں سے اقویٰ کو ترجیح دے کر ادنیٰ کو بالا جماع محروم کر دئے جائیں گے یعنی حقیقی سے علاتی، علاتی سے اخیافی اولاد محروم ہو جائے گی۔ مثلاً حقیقی، علاتی اور اخیافی پھوپھیوں کی اولاد ہو تو وراثت صرف حقیقی پھوپھی کی اولاد میں تقسیم کی جائے گی، اور باقی سب محروم ہو جائیں گے۔ اسی طرح ماں کی جانب حقیقی، علاتی اا ور اخیافی خالاؤں میں حقیقی کے مقابلے میں دیگر محروم ہو جائیں گے۔

حالت نمبر۳:

اگر اولاد ذوی الارحام بصورت مذکورہ ہوں اور سب کا درجہ جہت قرابت وقوت قرابت میں بھی اتحاد ہو، مگر ان میں بعض ذوی الارحام کی اور بعض عصبات کی اولاد ہوں تو ایسی صورت میں ذوی الارحام کی اولاد محروم ہو جائے گی۔ اور ترکہ ان ذوی الارحام کو ملے گا جو عصبات کی اولاد میں سے ہوں۔ مثلاً حقیقی یا علاتی چچا کی بیٹی کے مقابلے میں حقیقی یا علاتی پھوپھی کا بیٹا محروم ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے۔

اور اگر قوت قرابت میں اتحاد نہ ہو بلکہ مختلف ہو تو پھر ترجیح قوت قرابت کو ہوگی مثلاً اولاد العصبات سارے بنی العلات ہیں اور ذوی الارحام اعیانی (حقیقی) ہیں تو اس صورت میں ذوی الارحام کی اولاد کے مقابلے میں عصبات کی اولا محروم ہو جائے گی، کیونکہ ان کے مقابلے میں قوت قرابت فریق ثانی کو حاصل ہے۔

حالت نمبر۴:

اگر حالت مذکور کی طرح ذوی الارحام کی اولا د متعدد اور درجہ قرابت میں برابر ہوں مگر جہات قرابت مختلف ہوں یعنی بعض ماں اور بعض باپ کی جانب سے ہوں تو

قوت قرابت اور عصبات کا اعتبار نہیں ہوگا (یعنی اس میں حقیقی اور علاتی وغیرہ اور عصبات کی اولاد ہونے کا فرق نہیں ہوگا مثلاً حقیقی پھوپھی اور اخیافی خالہ یا حقیقی خالہ اور اخیافی پھوپھی) بلکہ قوت قرابت کا لحاظ کئے بغیر ترکہ اصول کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے گا یعنی باپ کے رشتہ داروں کی اولاد کے کھاتے میں دو حصے اور ماں کے رشتہ داروں کی اولاد کو ایک حصہ ملے گا۔ پھر آگے ہر فریق کے وارث اگر متعدد ہوں تو باپ کے رشتہ والوں میں قوت قرابت سے، پھر عصبہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے ترجیح دی جائے گی۔ اور ماں کے رشتہ والوں میں صرف قوتِ قرابت کی وجہ سے ترجیح دی جائے گی کیونکہ ان میں عصبہ نہیں ہیں۔

آگے اگر اصول سے رشتے متعدد ہوں تو مثل پہلی قسم کے یہاں بھی پھر تقسیم کے طریقہ کار میں امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہا اللہ کا اختلاف ہے، ابو یوسفؒ جہات فروع کا اعتبار کر کے ترکہ ابدانِ فروع پر تقسیم کرتے ہیں۔ اور امام محمدؒ (ذوی الارحام کی قسم اول کی طرح) اصول میں جہات وفروع کا اعتبار کر کے پہلے ترکہ بطن اول، جہاں اختلاف آیا ہے، میں تقسیم کرتے ہیں۔ پھر مثل عصبات کے یہ حکم میت کے والدین پھوپھیوں اور ماموں اور خالاؤں پھر والدین کے والدین کے پھوپھیوں اور ماموں اور خالاؤں کی طرف منتقل ہوگا اسی طرح پھر ان کی اولاد کی طرف منتقل ہوگا۔

☆☆☆☆☆

باب پنجم

(خنثیٰ مشکل ،حمل،مفقود،مرتد اور اجتماعی اموات کا حکم)

فصل اوّل:

خنثیٰ مشکل

انسانوں میں بعض لوگ ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جو کہ نہ خالص مرد ہو اور نہ خالص عورت، بلکہ ہوتا اس طرح ہے کہ ظاہری طور پر وہ مرد و عورت دونوں کے اعضاء مخصوصہ رکھتا ہے، یا بعض لڑکے عادات و اطوار اور چلنے پھرنے میں لڑکیوں جس کی بنا پر لوگ انہیں مخنث یا ہجڑے کہتے ہیں شرعی نقطہ نظر، خصوصاً میراث کے معاملے، میں کسی کا صرف اسی صورت میں پیدا ہونا کافی نہیں بلکہ مرد یا عورت سے اس کا حکم الگ ہونے کے لئے اس کا ''خنثیٰ مشکل'' ہونا ضروری ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایسے بچے کو بلوغ سے پہلے دیکھا جائے گا کہ پیشاب کس عضوء سے کرتا ہے، اگر مرد کے عضوء مخصوصہ سے کرتا ہے تو اس پر مرد کا حکم ورنہ عورت کا حکم لگے گا۔ اور اگر دونوں راستوں سے پیشاب کرتا ہے تو سبقت کے لئے اعتبار ہوگا، اگر اس میں بھی برابر ہے تو اس کے بعد بلوغ تک اسے خنثیٰ مشکل قرار دیا جائے گا۔ بلوغ کے بعد دیکھا جائے گا کہ عورت کی طرح چھاتی پر ابھار آتے ہیں یا نہیں پھر پیشاب وغیرہ کے علاوہ عورت یا مرد کی دیگر علامات مثلاً چہرے پر ڈاڑھی، احتلام، حیض وغیرہ کا اعتبار ہوگا چنانچہ انہی صفات کے ظہور کی وجہ سے اس قسم (یعنی مرد یا عورت) کا حکم متوجہ ہو جائے گا۔ علامات مرد کے غلبہ کی صورت میں مرد کا اور علامات عورت کے غلبہ کی صورت میں عورت کا حکم لگے گا۔ ورنہ تمام صفات کے برابر ہونے کی صورت میں اسے بھی خنثیٰ مشکل قرار دیا جائے گا۔ خلاصہ

یہ کہ اول دیکھا جائے گا کہ اس کے اندر کس نوعیت کی علامات نمایاں ہیں مرد کی یا عورت کی؟ چنانچہ اگر علامات ذکورت یا انوثت میں سے کوئی واضح طور پر سامنے آجائے تو وہی حکم اس کومل جائے گا۔اوراگر دونوں قسم کی علامات برابر کی طرح ظاہر ہوگئی جس کی وجہ سے کسی ایک جانب حکم لگانا مشکل ہوجائے تو ایسی صورت حال سے دوچار شخص کوفقہی اصطلاح میں ''خنثٰی مشکل'' کہا جاتا ہے۔

خنثٰی مشکل کی میراث :

خنثٰی مشکل کی میراث میں ائمہ کرام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا حصہ اقل نصیبین ہے۔مراداس سے یہ ہے کہ لڑکی یا لڑکے کو جس صورت میں حصہ کم مل رہا ہو تو اسے وہی دیا جائے گا وجہ اس کی یہ ہے زیادہ حصہ مشکوک ہے جبکہ کم حصہ یقینی ہے۔مثلاً ایک شخص فوت ہوا جس کے ورثاء میں ایک لڑکا ایک لڑکی اورایک خنثٰی مشکل رہ گئے تو اس صورت میں اگر خنثٰی کولڑکا فرض کیا جائے تو اس کو 2/5 ملے گا اوراگر لڑکی فرض کی جائے تو 1/4 (یعنی 2/8) ملے گا اب ظاہر ہے کہ موخر الذکر حصہ بنسبت ماقبل کے کم ہے لہٰذا اسی صورت میں خنثٰی مشکل کو لڑکی کا حصہ دیا جائے گا۔

اس کے برعکس اگر ورثاء میں زوج، ماں، اخت لام اورایک خنثٰی لابٍ رہ گئے۔ یہاں اگر خنثٰی کو اخت لابٍ فرض کیا جائے تو اسے زوج، ماں اور اخت لام کے ساتھ وارث بن کر نصف ملے گا۔جوکہ زیادہ ہے اس صورت سے کہ اگر خنثٰی صورت بالا میں اخ لاب فرض کیا جائے تو یہ عصبہ بن جائے گا اور عصبہ کی صورت میں زوج کو نصف، ماں کو سدس، اخت لام کو سدس ملنے کے بعد اس کے لئے بطور عصبہ سدس باقی رہ جائے

گا اور یہ سدس کم ہے پہلی صورت سے، لہٰذا یہاں خنثٰی کو لڑکے کا حصہ دیا جائے گا۔

امام شعبیؒ کا مسلک:

یہ کبار تابعین میں سے ہیں ان کے نزدیک خنثٰی مشکل کو نصف نصیبین ملے گا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ خنثٰی کو لڑکا فرض کر کے اس کا آدھا پھر اسے لڑکی فرض کر کے اس کا آدھا ملے گا تاکہ کسی قسم کا منازعہ نہ ہو۔ کیونکہ اگر اسے لڑکے بننے میں فائدہ زیادہ ہے تو دیگر ورثاء اسے عورت قرار دے دیں گے، اسی طرح اس کے برعکس، تو اس قسم کے جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے دونوں کا نصف دے دیا۔ یہی رائے صحابہ کرامؓ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ہے۔

تخریج میں صاحبین کا اختلاف:

آگے مسلک امام شعبیؒ کے تقسیم کار میں صاحبین کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک لڑکے کا حصہ ایک اور لڑکی کا حصہ نصف (باعتبار للذکر مثل حظ الانثیین) چنانچہ خنثٰی کا حصہ بن جائے گا پونِ۔ لڑکے کے حصے کا نصف (جو کہ دو ارباع یعنی چار میں سے دو بنتے ہیں) اور (پھر) لڑکی کے حصے (یعنی نصف) کا نصف (جو کہ ربع بنتا ہے، ان) دونوں کو ملا کر خنثٰی کا کل حصہ ۳/۴ ہو گیا۔ یا دوسرا طریقہ یہ کہ لڑکے اور لڑکی دونوں کے حصے بالترتیب دو اور ایک ہیں لہٰذا مذکر کا نصف (یعنی ایک) اور مؤنث کا نصف (یعنی آدھا) دونوں کو ملانے سے خنثٰی کا حصہ ڈیڑھ بن گیا۔

تصحیح مسئلہ:

لڑکے کے:۴ ، لڑکی کے:۲ ، خنثیٰ کے:۳، کل مجموعہ:۹ بن گیا۔

چنانچہ:۔ لڑکے کا: 4/9 لڑکی کا:2/9 خنثیٰ کا: 3/9

اگر ترکہ: ۱۰۰۰ روپے ہیں تو مندرجہ ذیل فارمولے میں حصے ڈال کر ہر فرد کا حصہ نکالا جائے۔

کل ترکہ میں ہر وارث کا حصہ: حصہ × کل ترکہ

امام محمدؒ کا طریقہ یہ ہے کہ اگر ایک لڑکا ایک لڑکی اور ایک خنثیٰ وارث ہیں تو اسے الگ الگ مذکر و مؤنث قرار دے کر دو مسئلے بنا دئے جائیں۔ پھر ان تصحیح میں دونوں کا نصف لے کر ان کا مجموعہ وہی خنثیٰ کا حصہ نکل آئے گا۔

مثلاً ایک لڑکا، ایک لڑکی اور ایک خنثیٰ کی صورت میں اسے لڑکا فرض کرتے ہیں تو کل حصے پانچ بن گئے۔ دو لڑکے کے، ایک لڑکی کا اور دو بحیثیت لڑکے خنثیٰ کے۔ اب بات یہ ہے کہ خنثیٰ کو لڑکے کی طرح دو حصے مل گئے جن کا نصف ''ایک'' بن جائے گا جو کہ صورت بالا میں ''خمس'' کہلاتا ہے۔

دوسری دفعہ اسے لڑکی فرض کیا جائے گا جس کے رو سے لڑکے کو دو، لڑکی کو ایک اور خنثیٰ کو بحیثیت لڑکی ایک حصہ مل جائے گا جو کہ کل مسئلے کا ربع ہے۔ پھر اسی کا نصف کر کے خنثیٰ کا حصہ ''ثمن'' بن جائے گا۔ اب دونوں تصحیح کے حصوں (یعنی خمس اور ثمن) میں چونکہ تباین ہے لہٰذا ایک دوسرے میں ضرب دے کر 40 آ گیا چنانچہ اب گویا کہ

تیسری تصحیح 40 سے بن گئی۔ اب پانچ والے ورثاء کے حصص کو چار میں اور چار والے ورثاء کے حصص کو پانچ میں ضرب دیا جائے۔ تو اس اعتبار سے مندرجہ ذیل اعداد و شمار سامنے آتے ہیں:

لڑکے کا حصہ: 8+10 = 18 یعنی 18/40 = **0.45** یا 45 %

لڑکی کا حصہ: 4+5 = 9 یعنی 9/40 = **0.225** یا 22.5 %

خنثیٰ کا حصہ: 8+5 = 13 یعنی 13/40 = **0.325** یا 32.5 %

فصل دوم:

حمل کا بیان

یہاں حمل کے بارے میں احکام میراث کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ایک شخص فوت ہوا جس کا دیگر ورثاء کے علاوہ وارث کی حیثیت سے ایک حمل بھی ہے۔حمل میت کا بھی ہو سکتا ہے جبکہ کسی اور کا بھی ہوسکتا ہے۔میت کے حمل کا مطلب یہ ہے کہ موت کے وقت اس کی بیوی حاملہ ہو کسی اور کے حمل سے مراد یہ ہے کہ کسی غیر کا حمل ہو مگر میت کا وارث بن سکتا ہو مثلاً میت کی والدہ اگر حمل سے ہے اور میت کے ورثاء بہن بھائی ہی بنتے ہوں تو ظاہر کہ والدہ کا حمل اس کا بھائی ہوگا یا بہن۔اسی طرح اور بھی بہت ساری مثالیں مل سکتی ہیں جیسے پوتے پوتیاں وغیرہ۔اب تفصیل ملاحظہ ہو:

حمل کے حصہ موقوفہ کی مقدار:

بہتر یہ ہے کہ قریب الولادت کی صورت میں تقسیم ترکہ وضع حمل تک مؤخر کردیا جائے تاکہ بغیر کسی پریشانی کے اسی کے مطابق فیصلہ ہو سکے اور قریب وبعید کا دارمدار عرف پر رکھا جاسکتا ہے کہ کتنے مہینوں کا حمل قریب الولادت میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

اگر وضع حمل ابھی قریب نہیں ہے اور تقسیم ترکہ کی ضرورت پڑ جائے تو اب حمل کے کھاتے میں کتنے حصے باقی رکھنا چاہیئے؟ عام طور پر ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے لہٰذا ایک ہی شمار کر کے ایک حصہ بھی اس کے لئے رکھا جاسکتا ہے۔مگر حضرات فقہاء کرام نے اس کی تعیین میں اختلاف کیا ہے، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چار اور امام محمدؒ کے نزدیک بروایت لیث بن سعد تین جبکہ دوسری روایت کے رو سے دو لڑکوں یا لڑکیوں کا حصہ روک

لیا جائے۔اور یہ قول حضرت حسنؒ اور ایک روایت کے مطابق امام ابو یوسفؒ کا بھی ہے ۔جبکہ ابو یوسفؒ سے بروایت حفصؒ ایک لڑکے اور ایک لڑکی کے حصے کی توقیف منقول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔(۱) نیز بقول ابی یوسفؒ اس کے لئے ضامن لیا جائے۔

حمل اور استحقاقِ وراثت:

جب حصہ موقوفہ کا حکم اور اس کی مقدار معلوم ہوئی تو اب یہاں توریث اور عدم توریث کے مسائل ذکر کئے جائیں گے کہ حمل کس صورت میں وراثت کا مستحق ہے اور کس صورت میں وراثت سے محروم رکھا جائے گا۔اس کی تین صورتیں بنتی ہیں:

(۱) اگر حمل میت کا ہو یعنی شوہر کی وفات کے وقت بیوی حاملہ ہو۔تو حمل مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ وارث اور موروث دونوں بن سکتا ہے۔

i۔ بچے کی پیدائش سے پہلے بیوی نے عدت ختم ہونے کا اقرار نہ کیا ہو۔

ii۔بچہ اکثر مدت حمل یعنی دو سال کے اندر پیدا ہوا ہو۔

اور اگر مذکورہ بالا شرائط کے بغیر بچہ کی پیدائش واقع ہوئی ،یعنی بچہ کی پیدائش سے پہلے ہی عورت نے اختتام عدت کا اقرار کرلیا یا بچہ اکثر مدت حمل کے بعد پیدا ہوا تو اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ مورث کے وفات کے وقت حمل اس کی بیوی کے پیٹ میں موجود نہیں تھا۔چنانچہ اسی صورت میں دوران حمل بچہ نہ وارث بنے گا اور نہ مورث۔

(۲) اور اگر حمل میت کا نہیں کسی غیر کا ہو جس کی وجہ سے یہ میت کا وارث بن سکتا تھا

---

(۱) i درالمختار، للعلامہ الحصکفیؒ ج:۱۰،ص:۵۵۸، وعلیہ الفتویٰ لانہ الغالب ۱۲

ii السراجی، للشیخ سراج الدین السجاوندیؒ ص:۵۲ وعلیہ الفتویٰ ۱۲

تو اس کی شرط یہ ہے کہ ولادت اقل مدت حمل میں واقع ہوئی ہو۔وضاحت اس کی یہ ہے کہ میت کی وفات کے دوران کسی غیر کے حمل کے وجود کا یقین اس صورت میں ممکن ہے جبکہ میت کی وفات کے بعد وضع حمل اقل مدت میں (یعنی چھ ماہ کے اندر) واقع ہو کیونکہ میت کی وفات کے بعد چھ ماہ سے پہلے ولادت سے معلوم ہوا کہ استقرارِ حمل وفات سے پہلے ہو چکا تھا اور اس دوران حمل پیٹ میں موجود تھا اور غیر کے حمل کی صورت میں اگر ولادت اقل مدت کے بعد واقع ہوئی تو ممکن ہے کہ یہ حمل وفاتِ میت کے بعد وجود میں آیا ہو اور ظاہر ہے کہ استحقاقِ وراثت کے لئے یہ بات شرط اول ہے کہ وارث وہ لوگ بن سکتے ہیں جو مورث کے وفات کے دوران حیات ہوں۔

(۳) تیسری صورت ولادت سے متعلق ہے کیونکہ وراثتِ حمل میں ایک شرط یہ ہے کہ بچہ زندہ پیدا ہو۔چنانچہ اگر بچہ اکثر حصہ نکلنے کے بعد فوت ہوا تو اسے زندہ قرار دے کر مستحق وراثت بھی سمجھا جائے گا اور مورث بھی،اور اگر بچے کے بدن کا کم حصہ نکل کر اس کی وفات ہوئی ہو تو اسے مردہ قرار دے کر وراثت سے محروم کر دیا جائے گا اور اسی صورت میں یہ مورث بھی قرار نہیں پائے گا۔

جسم کے ''اکثر اور اقل'' خروج کی پہچان یہ ہے کہ ولادت کے دوران اگر بچہ سیدھا (یعنی سر پہلے) نکل رہا ہو تو پورا سینہ نکلنے سے اس کے اکثر حصے کی ولادت قرار دی جائے گی۔اور اگر بچے کی پیدائش الٹی یعنی پاؤں کی جانب سے ہو رہی ہو تو ناف تک کے نکلنے سے بچے کا ''اکثر خروج'' مانا جائے گا۔

تقسیم میراث :

تقسیم میراث کا طریقہ کار یہ ہے کہ حمل کو لڑکی اور لڑکا دونوں فرض کر کے دو تصحیح بنا دی جائیں۔اب موجودہ ورثاء کو دونوں میں سے کم ترین حصہ دے کر زائد کو محفوظ کر لیا جائے ۔تاکہ ولادت کے بعد بچے کے مذکر و مؤنث کی بنیاد پر حصوں میں تبدیلی آسان ہو۔

ذیل میں ایک مثال ملاحظہ ہو:

مثال: اسلم فوت ہوا جس کے ورثاء ایک حاملہ بیوی، ایک بیٹی اور والدین ہیں۔

تصحیح اوّل

میت اسلم

زوجہ — 1/8 — 0.125

ماں — 1/6 — 0.1667

باپ — 1/6 — 0.1667

بیٹی، حمل (بیٹا) — عصبہ — 0.5416

حمل (بیٹا): 0.361 — بیٹی: 0.180

تصحیح دوم :

''مجموعہ حصص'' سے معلوم ہوا کہ یہ ''مسئلہ عائلہ'' ہے چنانچہ عول کی صورت میں ورثاء کے حصص مندرجہ ذیل بنیں گے۔

تصحیح دوم عائلہ: (۱)

اب تقسیم میراث کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ دونوں تصحیح میں سے جس وارث کا حصہ جس تصحیح میں کم ہو وہی دیا جائے اور جو زیادہ ہو وہی محفوظ رکھا جائے۔اس کے برعکس حمل کے لئے دونوں میں سے جو زیادہ ہو وہی رکھا جائے۔

جب حمل پیدا ہو تو اگر مستحق ہو سارے موقوف حصوں کا تو بہتر ہے، یعنی بغیر کسی حساب کتاب کے سارا موقوف حصہ بچے کو دے دیا جائے گا۔اور اگر وہ مستحق ہو بعض کا، تو اتنا ہی لیگا اور باقی کو ورثاء کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا۔مثلاً مذکورہ بالا مثال میں

---

(۱) ''مسئلہ عائلہ''یعنی عول معلوم کرنے کے لئے کل حصص کو جمع کئے جاتے ہیں اگر ان کا مجموعہ ''1 '' سے زیادہ ہوا تو یہ مسئلہ ''عائلہ'' کہلائے گا۔مذکورہ بالا مسئلہ میں زوجہ، والدین، بیٹی اور حمل (ایک بیٹی) کے حصے بالترتیب جمع کرنے سے مجموعہ ''1 '' سے زیادہ آگیا دیکھئے:

1.1251 = 0.6667+ 0.1667 + 0.1667+0.125

زوجہ، ماں اور باپ کو تصحیح اول میں بالترتیب 0.125، 0.1667 اور 0.1667 ہیں جبکہ تصحیح دوم میں بالترتیب 0.1111، 0.1481 اور 0.1481 ہیں۔ چونکہ تصحیح دوم کے حصے اول سے کم ہیں لہٰذا یہی دئے جائیں گے اور انہی ورثاء کا بالترتیب 0.0139، 0.0186 اور 0,0186 حصے روک لئے گئے۔

اب اگر بچہ لڑکا پیدا ہوا تو یہ موقوف حصے زوجہ اور والدین کو واپس کر لئے جائیں گے کیونکہ لڑکے کی صورت میں تصحیح اول میں یہی ان کو ملا تھا۔ اور جو لڑکی کو ملا تھا وہ اور باقی سارا املا کر لڑکی اور لڑکے (حمل) کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق عصبہ کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ یہاں مذکورہ بالا مثال میں ایک لڑکی کے بجائے متعدد ہوں یا حمل سے ایک سے زیادہ پیدا ہوں تو زوجہ، ماں اور باپ کے حصوں کا طریقہ وہی ہوگا جو ذکر کیا جا چکا البتہ بقایا میں تعدد رؤس کے مطابق بہن بھائیوں کے درمیان ایک نسبت دو کے حساب سے تقسیم کیا جائے گا۔

اور اگر حمل سے ایک یا زیادہ لڑکیاں پیدا ہوگئیں تو زوجہ اور والدین کے موقوف حصے انہیں نہیں لوٹا دئے جائیں گے کیونکہ انہیں جو کم تر حصہ ملا ہے وہ بمطابق تصحیح دوم کے، لڑکی ہی کی صورت سے ملا ہے۔ لہٰذا اسی صورت میں سارا موقوف حصہ لڑکیوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، کیونکہ تصحیح دوم میں پہلے سے ہی حمل کو مؤنث فرض کر کے ثلثین انہیں دیا گیا تھا۔ اب بھی موقوف حصص اور دیگر سارا ملا کر ثلثین بنے گا لہٰذا ان بہنوں کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے گا۔

اور اگر بچہ مردہ پیدا ہوا تو زوجہ اور والدین کو تو اپنے موقوف حصے دئے جائیں گے

اور بقایا میں سے تصحیح اول اور دوم سے ہٹ کر بیٹی کے لئے کل کا نصف پورا کیا جائے گا اور اس سے جو باقی بچے گا وہ عصبہ کے طور پر والد کو دے دیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆

فصل سوم:

مفقود / گم شدہ

کا مسئلہ

ایک شخص حالت حیات میں گھر سے نکل کر لاپتہ ہو جاتا ہے جس کی زندگی اور موت کا کسی قسم کا علم نہ ہو ایسے شخص کی وراثت کے بارے میں شریعت اسلامی کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ شخص اپنے مال کے حساب سے زندہ اور دوسروں کے مال کے اعتبار سے مردہ قرار دیا جائے گا۔ یعنی اس کا مال اس کے ورثاء میں تقسیم نہیں ہوگا اور نہ یہ کسی مرحوم کا وارث ہوگا۔

یہ کب تک ہوگا کہ اس کے بعد اسے میت قرار دیا جائے گا؟ اس میں فقہاء حنفیہ کا اختلاف ہے۔ حسن بن زیادؒ کا قول پیدائش سے ۱۲۰ سال، امام محمدؒ کے نزدیک ۱۱۰ سال، ابو یوسفؒ کے نزدیک ۱۰۵ سال اور بعض فقہاء کرام کے نزدیک یہ مدت ۹۰ سال ہے اور سراجی کے بقول یہی مفتیٰ بہ ہے۔ بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ یہ دورانیہ قاضی کے

اجتہاد پر موقوف ہے۔ چنانچہ جب قاضی تفتیش و تفحص کے بعد قرائن سے اس کی موت کا فیصلہ کر دے تو اس کا ترکہ ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔

فائدہ:

یہ متقدمین کے اقوال ہیں عصر حاضر میں اس حوالے سے دار العلوم دیو بند کے استاذ الحدیث مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری صاحب کی رائے ملاحظہ فرمائیں:

''احقر سعید احمد پالن پوری عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ پہلے ایک جگہ کے لوگوں کا حال دوسری جگہ کے لوگوں کا حال معلوم نہیں ہوتا تھا۔ مگر اب ذرائع مواصلات (ڈاک، تار، ٹیلفون، اخبار، ریڈیو وغیرہ) عام ہو گئے ہیں۔ اور اب نوے برس تک مال محفوظ رکھنے میں مال کے خرد و برد ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے۔ نیز اس قدر طویل انتظار اس کی بیوی کے لئے بھی سخت صبر آزما مرحلہ ہے۔ چنانچہ متأخرین احناف نے اس کی بیوی کے نکاح ثانی کے سلسلہ میں امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ جس تاریخ سے شوہر لاپتہ ہوا ہے، اس تاریخ سے چار سال چار ماہ دس روز کے بعد قاضی یا جماعت مسلمین کے فیصلہ کے بعد عورت عدتِ وفات گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ پس مفقود کے مال کے سلسلہ میں بھی اس آخری قول پر فتویٰ دینا چاہئے۔ مذہبی حنفی میں بھی یہ روایت موجود ہے اور یہی امام شافعیؒ کا بھی مذہب ہے (شریفیہ) پس جب اسلامی ملک میں قاضی اور غیر اسلامی ملک میں جماعت مسلمین اچھی طرح تحقیق و تفشیش کے بعد اپنی صوابدید سے مفقود کی موت کا فیصلہ کر دیں تو اس کا مال بوقت فیصلہ موجود ورثاء میں تقسیم

کردیا جائے گا۔‘‘(۱)

جب تک مفقود مفقود ہی ہے تو اس کی تقسیم وراثت کا طریقہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح کے پچھلے صفحات میں حمل کی توریث میں گزر چکا۔ یہاں بھی دو تصحیح بنائے جائیں ایک دفعہ مفقود کو زندہ دوسری بار اسے مردہ فرض کر کے مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی۔ مثلاً ایک عورت فوت ہوئی جس کے ورثاء اس کا شوہر، دو بہنیں اور ایک مفقود بھائی ہیں چنانچہ بھائی کو ایک دفعہ زندہ فرض کر کے موجودہ ورثاء کے حصے معلوم کئے جائیں گے دوسری دفعہ اسے مردہ فرض کر کے موجودہ ورثاء کے حصے نکال دئے جائیں گے۔ آگے دونوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو کہ حمل کے باب میں گزر چکا ہے۔ اس کا حصہ جو بھی نکل آئے گا اسی کو موقوف رکھا جائے گا اور جب کسی ایک طرف فیصلہ ہو جائے تو اسی کے مطابق اس کے حصے کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔

(۱) طرازی شرح سراجی، مفتی سعید احمد پالن پوری، ص ۲۸۲

فصل چہارم:

مرتد کے مسائل

مرتد کے تین احوال ممکن ہیں:

اول یہ کہ اس کا حالت اسلام میں کمایا ہوا مال مسلمان ورثاء کے درمیان بالاتفاق تقسیم کیا جائے گا۔

دوسرا یہ کہ جو مال حالت ارتداد میں حاصل کیا ہو مگر دارالحرب میں جانے سے پہلے کا ہو تو اس کے بارے میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق حالتِ ارتداد کا کمایا ہوا مال بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔صاحبینؒ کے نزدیک سارا مال ورثاء مسلمین کے درمیان تقسیم کیا جائے گا،امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں قسم کا مال بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔البتہ مرتدہ کی میراث کا معاملہ یہ ہے کہ اس کا سارا مال اس کے مسلمان ورثاء لیں گے۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ مرتد دارالحرب میں جا کر پناہ گزین ہو جائے تو اس کے بعد کمایا ہوا مال بالاتفاق ''مالِ فئ'' قرار دیا جائے گا۔اور اگر مرتد کا کوئی رشتہ دار فوت ہو جائے تو اس کے ترکہ سے مرتد کو کوئی وراثت نہیں ملے گی۔

فصل پنجم:

اجتماعی اموات

(حادثات میں کئی رشتہ داروں کا اکھٹا وفات پا جانا)

کبھی کبھی حادثاتی طور پر ایسا ہو جاتا ہے کہ متعدد رشتہ دار جو آپس میں ایک دوسرے کے وارث بن سکتے ہیں کسی سانحے میں اکھٹے جاں بحق ہو جاتے ہیں جن میں کسی کی موت کی تقدیم و تاخیر کا پتہ نہیں لگایا جا سکتا ہو، مثلاً پانی میں ڈوب جانا، آگ میں جل جانا آج کل کے حالات کے حوالے سے بم دھماکے میں اڑ جانا یا کسی بھی حادثے میں زندگی کی بازی ہارنا۔ اس قسم کے اموات کا حکم بنا بر مذہب مختار یہ ہے کہ اموات میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا وارث یا مورث نہیں ٹھہرے گا بلکہ ان اموات کے زندہ ورثاء کا حساب لگایا جائے گا۔ مثلاً ایک حادثے میں باپ بیٹا لقمہ اجل بن گئے اور کسی قسم کی تقدیم و تاخیر کا اندازہ لگانا مشکل ہو (۱) تو باپ بیٹے کے ایک دوسرے کے علاوہ دیگر زندہ ورثاء میں ان کا الگ الگ ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔ یعنی باپ کے ورثاء میں بیٹے کا اور بیٹے کے ورثاء میں باپ کا شمار نہیں کیا جائے گا۔

(تمت بفضله و کرمه سبحانه و تعالیٰ)

---

(۱) چنانچہ اگر ایک لمحے کے لئے بھی کسی کی موت کی تقدیم و تاخیر کا پتہ چل گیا تو متأخر متقدم کا وارث قرار پائے گا۔

ضمیمہ

ا۔ (حاشیہ ص:88 کا)

یہ مثال نمبر 8 سراجی کی مثال ہے جسے ص:۲۳ پر اس حوالے سے نقل کی گئی ہے کہ اس میں بعض عددوں کے بعض سے توافق کی نسبت ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک عدد کے وفق کو دوسرے کے کل میں دیا جائے پھر حاصل ضرب کو تیسرے عدد کے وفق میں بشرط یہ کہ حاصل ضرب اور تیسرے عدد میں نسبتِ توافق ہو، ورنہ حاصل ضرب کو تیسرے کے کل میں ضرب دیا جائے گا اسی طرح پھر اس کے حاصل ضرب کو چوتھے عدد کے وفق میں اگر ان کے درمیان توافق ہے ورنہ یہاں بھی چوتھے کے کل میں ضرب دینا ہوگا۔ اسی کو سراجی میں: والثالث: یوافق بعض الاعداد بعضاً فالحکم فیھا ان یضرب وفق احدالاعداد فی جمیع الثانی، الخ میں بیان کیا گیا ہے۔ اب اس کی تشریح سراجی کے انداز میں ملاحظہ ہو:

۴زوجات ۱۸بنات ۱۵ادادیاں ۶ چچے

چونکہ یہاں ثمن، ثلث اور سدس اکھٹے ہوئے ہیں، لہٰذا اصل مسئلہ ۲۴ سے بن جائے گا۔ اصل مسئلے میں سے زوجات کو ۳ حصے، بنات کو ۱۶، جدات کو ۴ اور چچاؤں کو بقایا یعنی ایک۔

اب نسبتوں کو ملاحظہ کریں:

۴ زوجات	۳ سہام	تباین	تو عدد رؤس	۴ کو محفوظ کیا
۱۸ بنات	۱۶سہام	توافق بالنصف	تو عدد رؤس کے وفق	۹ کو محفوظ کیا
۱۵ادادیاں	۴سہام	تباین	تو کل عدد رؤس	۱۵ کو محفوظ کیا
۶ چچے	۱حصہ	تباین	تو کل عدد رؤس	۶ کو محفوظ کیا

یوں ہمارے پاس محفوظ اعداد بالترتیب : ۴ ، ۹ ، ۱۵ اور ۶ (کل چار عدد) آ گئے۔

(۱)........اب محفوظ کردہ اعداد کے درمیان نسبت دیکھیں تو: ۴ اور ۶ میں توافق بالنصف ہے لہٰذا ایک کے وفق مثلاً ۴ کے وفق یعنی ۲ کو دوسرے یعنی ۶ میں ضرب دے کر حاصل ضرب ۱۲ آ گیا (اگر ہم ۶ کے نصف وفق ۳ کو ۴ میں ضرب دیتے تو پھر بھی حاصل ضرب ۱۲ آتا) اب ہمارے پاس تین عدد رہ گئے (حاصل ضرب ۱۲ ،۱۵ اور ۹)

(۲)........دوسرا اسٹپ یہ کہ ان تینوں کے درمیان تناسب دیکھا جائے گا تو دیکھا کہ، حاصل ضرب ۱۲ اور ۹ کے درمیان نسبت توافق بالثلث ہے۔لہٰذا اب ایک کے ثلث کو دوسرے کے کل میں ضرب دینا ہوگا مثلاً ۱۲ ہی کا ثلث یعنی ۴ کو دوسرے یعنی ۹ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۳۶ آ گیا۔اب ہمارے پاس دو اعداد ۳۶ اور ۱۵ رہ گئے۔

(۳)......تیسرا اسٹپ یہ ہے کہ اس حاصل ضرب اور بقایا عدد کے درمیان نسبت دیکھنا ہوگا، تو دیکھا کہ حاصل ضرب ۳۶ اور ۱۵ کے درمیان بھی نسبت توافق بالثلث ہے لہٰذا ایک کے ثلث مثلاً حاصل ضرب ۳۶ کے ثلث ۱۲ کو ۱۵ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (۱۵x۱۲= ۱۸۰) ۱۸۰ آیا۔اب اس کو اصل مسئلہ ۲۴ میں ضرب دیا جائے گا تو حاصل ہمارے پاس (۱۸۰ x ۲۴ = ۴۳۲۰) ۴۳۲۰ آ گیا، یہی مذکورہ بالا مثال کی تصحیح بن گئی۔

تصحیح کا مطلب یہ ہے کہ کل ترکہ کو اتنے حصے کرنا ہوگا پھر اس میں جتنے حصے کسی وارث کے بنیں گے ترکہ میں اتنے ہی دیے جائیں گے۔تصحیح کے بعد طریقہ یہ ہوگا کہ مضروب یعنی ۱۸۰ کو ورثاء کے ہر گروپ کے اصل مسئلہ سے حاصل شدہ سہام میں ضربا دیا جائے گا جو حاصل ضرب ہوگا وہی اسی گروپ کے ورثاء کا حصہ ہوگا۔

اب تصحیح مذکور میں زوجات کو اصل مسئلے میں ۳ حصے ملے تھے انہیں ۱۸۰ میں ضرب دیا تو

زوجات کا حصہ ۵۴۰ آ گیا، بنات کے اصل سہام یعنی ۱۶ کو ۱۸۰ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۲۸۸۰ آ گیا، جدات کے اصل حصص ۴ کو ۱۸۰ میں ضرب دیا تو ۷۲۰ آ گیا اور چچاؤں کا حصہ اصل مسئلہ میں ا تھا تو حاصل ضرب ۱۸۰ آ گیا۔

خلاصہ یہ ہوا: کہ تصحیح ۴۳۲۰ سے ہوگئی اور ورثاء کے سہام مندرجہ ذیل آ گئے:

میت

4 زوجات	18 بیٹیاں	15 دادیاں	16 چچے
$\frac{540}{4320}$	$\frac{2880}{4320}$	$\frac{720}{4320}$	$\frac{180}{4320}$

تقسیم ترکہ:

اس کے بعد ترکہ کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سراجی وغیرہ کے رو سے مندرجہ ذیل تفصیل ہے:

(۱).....اگر ترکہ اور تصحیح کے درمیان نسبت تباین ہو تو قاعدہ یہ ہے:

کل ترکہ میں وارث کا حصّہ = $\frac{\text{تصحیح سے ملے ہوئے سہام} \times \text{کل ترکہ}}{\text{کل تصحیح}}$

(۲)....اگر دونوں کے درمیان توافق کی نسبت ہو تو قاعدہ یہ ہے:

کل ترکہ میں وارث کا حصّہ = $\frac{\text{تصحیح سے ملے ہوئے سہام} \times \text{وفقِ ترکہ}}{\text{وفقِ تصحیح}}$

مثال :

سراجی میں یہ مسئلہ ص:۲۵ پر مذکور ہے اور مثال میں ۲لڑکیاں ، والدین اور ترکہ ۷ دینار ذکر کیا ہے

اب آپ مذکورہ بالا مثال نمبر 8 کی تصحیح جوکہ 4320 پر مشتمل ہے اور ترکہ جو ہم نے ذکر کیا ہے آسانی کے خاطر مکمل عدد 160,000 ہے۔اب ترکہ اور تصحیح کے درمیان نسبت معلوم کرنا،نسبت کو معلوم کرنا کتنا لمبا چوڑا کام ہے اگر سراجی کا طریقہ اختیار جارہا ہو، پھر تباین اور وفق کی صورتوں میں الگ الگ قواعد کا جاری کرننے کے بعد ہر فریق یا پھر کسی وارث کا حصہ نکل آئے گا۔جسے آپ خود کر کے بعد میں پڑتال کر سکتے ہیں۔تقسیم ترکہ کی مذکورہ بالا تفصیل سراجی کی عبارت میں یہ ہے:

إذا كان بين التصحيح و التركة مباينة فالضرب سهام كل وارث من التصحيح فی جميع التركة، ثم اقسم المبلغ على التصحيح، مثاله بنتان وأبوان والتركة سبعة دنانير، وإذا كان بين التصحيح والتركة موافقا فاضرب سهام كل وارث من التصحيح فی وفق التركة ثم اقسم المبلغ على وفق التصحيح فالخارج نصيب ذلك الوارث فی الوجهين هذا لمعرفة نصيب كل فردٍ .... (السراجية، ص: ۲۵)

موازنہ :

اسی مثال کو ہم نے چند سطروں میں حل کی ہے پھر اس کے تقسیم ترکہ کا فارمولہ ہمارا ہر صورت میں ایک ہی ہے کہ: (مسئلے میں حاصل شدہ حصہ x کل ترکہ) جس کے رو سے سیکنڈوں میں ہر فرد کا حصہ نکل آتا ہے۔ہمارے ہاں نہ صرف یہ کہ تقسیم ترکہ میں نسبت

معلوم کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اصل مسئلے کی تخریج وغیرہ میں کسی قسم کی نسبت معلوم کرنے قطعاً ضرورت نہیں۔

دلچسپ:

جب سراجی کے رو سے بہت مراحل کے بعد حاصل ہونے والے اعداد کو تقسیم کیا گیا تو وہی جواب آیا جو ہم نے بالکل شروع سے لے کر آخر تک صرف آدھے صفحے میں پیش کیا ہے۔ کلکولیٹر لے کر ابھی دیکھئے:

میت

	4 زوجات	18 بنات	15 جدات	6 چچے
	540/4320	2880/4320	720/4320	180/4320
	0.125	0.6667	0.1667	0.0416
یا	**12.5%**	**66.67%**	**16.67%**	**4.16%**

کلکولیٹر سے سب کو 100 میں ضرب دیا تو فیصدی حصے بھی وہی نکل آئے جو اس سے پہلے ہمارے ایک مختصر طریقے کے نتیجے میں آئے ہیں۔

☆☆☆☆☆

مراجع ومصادر

(۱) القرآن الکریم

(۲) البیہقی، السنن الکبریٰ للبیہقی، ابی بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی (م:۴۵۸ھ) دارالکتب العلمیہ، بیروت۔لبنان۔الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۲۴ھ

(۳) سراجی، السجاوندی، سراج الدین محمد بن عبدالرشید، تاج محل کمپنی پشاور

(۴) شریفیہ شرح سراجیہ، سید شریف علی جرجانی مکتبہ حقانیہ پشاور

(۵) تسہیل الفرائض، محمد بن صالح عثیمین، دارالطیبۃ ریاض، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

(۶) کتاب التلخیص فی علم المیراث، عبداللہ بن ابراہیم الخیری الفرضی (م:۴۷۶ھ) مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ

(۷) اعلام النبلاء باحکام میراث النساء ابی النصر محمد بن عبداللہ، ناشر، المتخصص للطباعۃ والنشر، یمن۔الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

(۸) این حق ھؤلاء النساء من الارث؟ للشیخ ابی اسعد مکتبۃ فھد، الریاض طبع دوم ۱۴۲۱ھ

(۹) حاشیہ ردالمحتار علی درالمختار، لابن عابدین الشامی، دارالعالم الریاض، سعودی عربیہ،

(۱۰) طرازی شرح سراجی، مفتی سعید پالنپوری استاذ الحدیث دیوبند،

(۱۱) درس سراجی، مفتی محمد یوسف تاؤلی، استاذ دارالعلوم دیوبند، مکتبہ قاسمیہ لاہور

(۱۲) آئین وراثت، قاضی محمد زاہد الحسینی، مکتبہ زاہدیہ، مکی مسجد اٹک شہر،

(۱۳) کتاب الفرائض، مولانا گل رحیم صوابی

☆☆☆☆☆